عرضِ ناشر

اللہ رب العزت نے ہم مسلمانوں کو ایک ایسا کامل اور مکمل دین عنایت فرمایا ہے۔ جس میں ہماری زندگی کے ہر شعبے کے مکمل احکام موجود ہیں چنانچہ ایمانیات، عبادات، معاملات اور اخلاق آداب سے لے کر طرزِ معاشرت تک ہر چیز کی الحمدللہ تفصیلی راہنمائی اس دینِ متین میں موجود ہے۔

اسی طرح ہماری زبان کے استعمال اور طرزِ گفتگو تک کی راہ نمائی کر دی گئی ہے۔ انسان اپنی گفتگو میں بعض اوقات اپنی بات کو مؤکد کرنے کے لئے قسم اُٹھا لیتا ہے جس سے مخاطب اس کی بات مان جاتا ہے زمانۂ قدیم سے یہ روایت چلی آ رہی ہے اور ہمارے معاشرے میں بھی ایسا ہی ہے کہ قسم کے ذریعے بات میں وزن پیدا کیا جاتا ہے اور بوقت ضرورت قسم اُٹھائی جاتی ہے بلکہ ہمارے بعض بھائیوں کو ہر بات پر قسم اُٹھانے کی عادت ہوگئی ہوتی ہے چنانچہ وہ ذرا ذرا سی بات پر قسمیں اُٹھاتے رہتے ہیں۔

ایسے ہی ہمارے بعض مسلمان بھائی اللہ تعالیٰ کے نام کے علاوہ دوسرے ناموں کی قسمیں اُٹھاتے رہتے ہیں جسے شریعت میں غیر اللہ کے نام کی قسم کہا جاتا ہے۔ اسی طرح بعض لوگ اپنا مالِ تجارت فروخت کرنے کے لئے قسمیں اُٹھاتے ہیں۔

ہمیں یہ معلوم ہونا چاہئے کہ قسم کوئی معمولی چیز نہیں ہے کہ ذرا ذرا سی بات پر آدمی قسم اُٹھاتا پھرے اور پھر اپنی قسم کی کوئی پرواہ بھی نہ کرے۔ یاد رکھنا چاہئے کہ قسم کی پاسداری رکھنا واجب ہے اور خلاف ورزی گناہِ کبیرہ ہے جس سے آزادی کی صورت قسم کا کفّارہ ہے۔ ہم میں سے بہت کم لوگ ہیں جنہیں اپنی قسم کا یا اس کے کفّارے کا پوری طرح لحاظ ہو۔

اسی لئے ضرورت اس امر کی تھی کہ اُردو زبان میں کتبِ فقہ سے قرآن وحدیث کی روشنی میں قسم کے مسائل جمع کر لئے جائیں تاکہ مسلمان قسم سے متعلقہ مسائل کا علم حاصل کر کے اس پر عمل کرنے والا بنے۔

ہمارے شیخ حضرت مولانا مفتی سیّد مختار الدین شاہ صاحب جو کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ کے خلیفہ مجاز ہیں نے قسم کے تمام مسائل کو زیرِ نظر کتاب میں جمع فرمایا ہے اور زیرِ نظر کتاب حضرت کی تالیف

”جواہرالاسلام“ کا ایک حصہ ہے۔ کتاب ”جواہرالاسلام“ کے بقیہ حصے بھی جلد شائع کئے جائیں گے۔ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو قبول فرما کر ہر عام وخاص کو اس سے مستفید فرمائے۔ مؤلف، ناشر اور معاونین کے لئے صدقۂ جاریہ بنائے۔ کتاب کی تصیح کی ہر ممکن کوشش کی گئی ہے تاہم احباب سے گزارش ہے کہ اگر کوئی غلطی نظر سے گزرے تو ضرور مطلع فرمائیں تا کہ آئندہ ایڈیشن میں ان اغلاط کی تصیح کر دی جائے گی۔

تحریک ایمان وتقویٰ

عبدالسلام،فون نمبر:0321-3040666

شاہد احمد: 0321-2440001

فہرست عنوانات

نمبر شمار		صفحہ نمبر
۱۔	قسم کا بیان۔	۱
۲۔	بات بات پر قسم کھانے والا بے وقعت اور ذلیل ہو جاتا ہے۔	۱
۳۔	نیکی اور تقوی کے خلاف امور پر قسم نہیں کھانی چاہئے اگر ایسا کیا تو ایسی قسم کا توڑنا ضروری ہے۔	۱
۴۔	لغو و بلا ارادہ قسموں سے بھی پرہیز کرنا چاہیئے۔	۳
۵۔	لغو قسم کھانا سنجیدہ اور ثقہ لوگوں کا کام نہیں۔	۴
۶۔	یمینِ لغو کی تفصیل۔	۴
۷۔	اس کی صورتیں یہ ہیں	۵
	یمینِ لغو میں کون سی قسمیں شامل ہیں؟	۷
۸۔	کیا جُھوٹی قسم کھانے پر کفّارہ واجب ہوتا ہے؟	۷
۹۔	جُھوٹی قسم کے بارے میں وعیدیں۔	۱۲
۱۰۔	مخلوق کی قسم نہ کھاؤ۔	۱۴
۱۱۔	غیر اللہ کی قسم کھانا شرک ہے۔	۱۵
۱۲۔	قرآن مجید کی قسم کھانا۔	۱۶
۱۳۔	اگر اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور پر قسم شرک ہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی قسمیں کیوں کھائی ہیں؟	۱۸
۱۴۔	اس قِسم کی قسموں میں مضاف محذوف ہے۔	۱۸
۱۵۔	چیزوں کی قسمیں دراصل گواہیاں اور دلائل ہوتے ہیں۔	۱۹
۱۶۔	قسم کے معنٰی اور مطلب۔	۱۹

۱۷۔	گواہ اور ضامن جس قدر طاقتور ہو اسی قدر اس کی اہمیت اور اس قدر خوف بھی ہوتا ہے۔	۲۰
۱۸۔	اللہ تعالیٰ کی قسم کتنی عظیم اور غیر اللہ کی قسم کس قدر بری بات ہے۔	۲۱
۱۹۔	بندے کا اللہ تعالیٰ پر قسم کھانے سے اس کی تعظیم ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ جن چیزوں پر قسم کھاتا ہے اس سے مقصود ان چیزوں کی تعظیم نہیں بلکہ.......................۔	۲۲
۲۰۔	چیزیں کس طرح شہادت دے سکتی ہیں؟	۲۳
۲۱۔	گھوڑوں اور ان کی صفات کی گواہی کی وضاحت۔	۲۴
۲۲۔	چیزوں کی قسم کی فوائد۔	۲۶
۲۳۔	قسم کے احکام کا خلاصہ۔	۲۸
۲۴۔	یمینِ منعقدہ کے احکام۔	۲۹
۲۵۔	الفاظِ قسم۔	۳۱
۲۶۔	قسم کا کفّارہ۔	۳۱
۲۷۔	مسکینوں کو اپنی حیثیت اور اپنے معیار کے مطابق کھلانا چاہیئے۔	۳۲
۲۸۔	کفّارۂ قسم کے مسائل۔	۳۳
۲۸۔	نذر کا بیان۔	۳۵
۲۹۔	نذر ایک قسم کا عہد ہے۔	۳۶
۳۰۔	عہد چھوٹا ہو یا بڑا اس کا پورا کرنا ضروری ہے۔	۳۶
۳۱۔	وعدہ اور عہد پورا نہ کرنا منافقوں کی عادت اور نفاق کی علامت ہے۔	۳۶
۳۲۔	نذروں کو پورا کرنا جنتیوں کی صفت ہے۔	۳۷
۳۳۔	نذر و منت عبادت ہے اور یہ اللہ تعالیٰ ہی کے لئے مانی جائے گی۔	۳۸
۳۴۔	کون سی نذر پوری کرنا ضروری ہے؟	۳۸
۳۵۔	عبادت و اطاعت کی نذر پوری کرنا واجب ہے۔	۳۹

۳۶۔	عبادتِ مقصودہ اور اس کے اصل کا فرض یا واجب ہونے کے دلائل۔	۳۹
۳۷۔	ابو اسرائیل کے واقعہ سے استدلال۔	۴۰
۳۸۔	بندے کو یہ اختیار نہیں کہ وہ ابتداءً کسی چیز کو اپنے اوپر فرض یا واجب قرار دے۔	۴۱
۳۹۔	جس نذر کا اصل واجب نہ ہو وہ لازم بھی نہیں ہوتی۔	۴۱
۴۰۔	اعتکاف کی نذر لازم ہے۔	۴۱
۴۱۔	ہر نیک کام کی نذر لازم ہونے کے دلائل۔	۴۲
۴۲۔	قرآن مجید کی صریح آیتوں سے ایفائے نذر لازم ہے۔	۴۲
۴۳۔	طاعت اور عبادت سے مباحات مراد نہیں۔	۴۳
۴۴۔	طاعت و نیکی سے مراد یہاں وہ نیکی ہے جسے شریعت نے نیکی قرار دیا ہو۔	۴۳
۴۵۔	پیدل حج کرنے کی نذر پوری کرنا واجب ہے۔	۴۴
۴۶۔	عبادتِ مقصودہ اور اس کی جنس میں واجب ہونے کی شرط لگانے کی وجہ سے نذر سے بڑی بڑی نیکیاں اور طاعات خارج ہو جاتی ہیں۔	۴۴
۴۷۔	کیا عبادتِ مقصودہ اور من جنسہ واجب ہونے کی شرط حضرت امام ابوحنیفہؒ نے مقرر فرمائی ہے؟	۴۴
۴۸۔	معصیت اور گناہ کی نذر میں کفارہ ہے یا نہیں؟	۴۶
۴۹۔	بعض فقہائے احناف کی عبارتوں سے بڑی غلط فہمی پیدا ہوتی ہے۔	۴۶
۵۰۔	احناف کے نزدیک نذرِ معصیتِ لعینہ میں کفّارہ واجب ہوتا ہے۔	۴۷
۵۱۔	احناف معصیتِ لعینہ اور معصیتِ لغیرہ میں فرق کرتے ہیں۔	۴۸
۵۲۔	احناف کے نزدیک معصیتِ لغیرہ کی نذر منعقد ہو جاتی ہے لیکن	۴۸
۵۳۔	معصیتِ لغیرہ کی نذر میں اگر قسم کی نیت ہو تو پھر کفّارہ لازم ہوگا۔	۴۹
۵۴۔	معصیتِ لعینہ کی نذر کفّارہ قسم کے لئے منعقد ہوتی ہے۔	۵۰

۵۵۔	دونوں قسم کی معصیت میں فرق ہے۔	۵۰
۵۶۔	نذرِ معصیت میں کفّارہ سے متعلق قائلین و مانعین کے دلائل۔	۵۱
۵۷۔	مانعینِ کفّارہ کی پہلی دلیل اور اس کا جواب۔	۵۱
۵۸۔	مانعینِ کفّارہ کی دوسری اہم دلیل۔	۵۲
۵۹۔	نذرِ معصیت میں وجوبِ کفّارہ کے قائلین کے دلائل۔	۵۴
۶۰۔	حدیث میں بعض جگہ نذر کو یمین (یعنی قسم) قرار دیا گیا ہے۔	۵۴
۶۱۔	نذرِ معصیت میں کفّارۂ قسم واجب ہوجاتا ہے۔	۵۵
۶۲۔	نذرِ معصیت میں کفّارہ کے متعلق احادیث۔	۵۶
۶۳۔	کسی گناہ کی نذر ماننا نذر نہیں بلکہ یہ ایک قسم ہوتی ہے۔	۵۹
۶۴۔	نذرِ معصیت میں کفّارہ واجب ہونے کے حق میں مختصر دلائل۔	۶۰
۶۵۔	یمینِ غموس میں بھی کفّارہ ہونا چاہیئے۔	۶۱
۶۶۔	نذرِ معصیت میں وجوبِ کفّارہ کے دلائل زیادہ وزنی ہیں۔	۶۲
۶۷۔	نذر و منّت کے مسائل۔	۶۲
۶۸۔	غیر اللہ کے نام نذر حرام اور سنگین جرم ہے۔	۶۲
۶۹۔	ایصالِ ثواب کیوں جائز ہے۔	۶۳
۷۰۔	اقسامِ نذر۔	۶۴
۷۱۔	معلق اور مشروط نذر کی اقسام۔	۶۴
۷۲۔	منذور (یعنی مانی ہوئی نذر) کی اقسام۔	۶۶
۷۳۔	نذر کا رکن۔	۶۷
۷۴۔	نذر واجب ہونے اور اس کے پورا کرنے کی شرائط و مسائل۔	۶۸
۷۵۔	نذر سے عبادت مقصود ہو اور اس کے جنس میں فرض یا واجب شرعاً موجود ہو۔	۶۸

۷۶۔	مانی ہوئی چیز اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض یا واجب نہ ہو۔	۶۹
۷۷۔	مانی ہوئی چیز محال اور ناممکن نہ ہو۔	۷۰
۷۸۔	نذر میں مانی ہوئی چیز اس کی ملکیت میں ہو۔	۷۰
۷۹۔	نذرِ مبہم کی تفصیل۔	۷۰

قسم کا بیان!

بلا ضرورت کسی بات پر اللہ تعالیٰ کی ذات یا صفات قسم کھانا بُری بات ہے۔ جہاں تک ہو سکے درست اور صحیح بات پر بھی قسم نہیں کھانی چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ ﴾

اور ہر ایسے شخص کا کہنا نہ مانو جو بہت قسمیں کھانے والا ذلیل ہو۔ (سورۃ القلم: ۱۰)

بات بات پر قسم کھانے والا بے وقعت اور ذلیل ہو جاتا ہے!

جن لوگوں کی بات نہ سننے اور ان کا کہنا نہ ماننے کی ہدایت کی گئی ہے دوسری مذموم صفات کے ساتھ ایک صفت اس آیت میں ان لوگوں کی یہ بھی بیان ہوئی ہے کہ ''بہت قسمیں کھانے والا ذلیل ہو''۔ یہاں حلاّف کا لفظ لیا گیا ہے جو مبالغے کے لئے ہے یعنی ''بہت زیادہ قسمیں کھانے والا'' اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ قسم **فی نفسه** کوئی بری چیز نہیں بلکہ کبھی اس کی ضرورت بھی پڑتی ہے البتہ بات بات پر قسم کھانا بُرا ہے اور اس کے ساتھ **"مھین"** کا لفظ بھی لگا ہوا ہے جس کے معنی ذلیل کے ہیں۔ جو شخص ہر چھوٹی، بڑی بات پر قسم کھاتا ہے ایک تو اس کی زبان سے جُھوٹی قسمیں نکلتی ہیں، دوسرا وہ اپنے عمل سے یہ ثابت کرتا ہے کہ اس کے اندر عزتِ نفس کا کوئی احساس نہیں کیونکہ جو لوگ کردار کے کمزور ہوتے ہیں یا جھوٹ بولنے میں مشہور ہو جاتے ہیں تو وہ اپنی ہر بات میں اس شک میں ہوتے ہیں کہ مخاطب ان کی بات پر اس وقت تک باور نہیں کرے گا جب تک کہ وہ قسم کھا کر ان کو اطمینان نہ دلائیں۔

اس وجہ سے وہ بات بات پر قسم کھاتا رہتا ہے اس طرح وہ خود بھی اپنی عزت کا خیال نہیں رکھتا اور دوسرے لوگوں کی نظروں میں بھی گر جاتا ہے۔

نیکی اور تقویٰ کے خلاف امور پر قسم نہیں کھانی چاہئے اگر ایسا کیا تو اس کا توڑنا ضروری ہے!

بعض لوگ غصے میں آ کر ایسی قسمیں کھا لیتے ہیں جو نیکی اور تقویٰ کے خلاف ہوتی ہیں مثلاً کوئی اپنے قریبی رشتہ دار، والدین، بھائی، بہن وغیرہ کے بارے میں کہے کہ خدا کی قسم میں ان سے بات نہیں کروں گا یا

ان کے ساتھ نیک سلوک نہیں کروں گا یا میں آئندہ دو مسلمانوں کے درمیان صلح نہیں کراؤں گا یا اسی طرح کوئی اور نیک کام نہ کرنے کی قسم کھائے۔

اولاً تو ایسی قسمیں کھانے سے پرہیز کرنا چاہئیے اور اگر زبان سے ایسی کوئی قسم نکل بھی جائے تو اس قسم کا توڑنا اور اس کا کفّارہ ادا کرنا واجب ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَ لَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَ تُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ ط وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ o ﴾

''اور اللہ تعالیٰ کو اپنی قسموں کا نشانہ نہ بناؤ کہ تم نیکی اور پرہیزگاری نہ کرو اور لوگوں کے درمیان صلح نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ سننے والا اور جاننے والا ہے۔(بقرہ:۲۲۴)

''عُرْضَةً'' ہدف اور نشانہ کو کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کو قسموں کا ہدف کا مطلب یہ ہے کہ اس کے نام کی بے ضرورت اور لایعنی قسمیں نہ کھاؤ۔

نیز اللہ تعالیٰ کے نام کو ایسی قسموں کے لئے استعمال نہ کرو جن سے مقصود نیکی، تقویٰ، خیر و صلاح اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کی بھلائی کے کاموں سے باز رہنا ہو۔

بلا شُبہ غیر ضروری اور لایعنی باتوں یا جو کام نیکی و تقویٰ اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ حسن سلوک اور مقصدِ صلاح کے خلاف ہو ان کے لئے اللہ تعالیٰ کے عظیم نام کو استعمال کرنا نیکی اور تقویٰ کے خلاف ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ کی ناقدری ہوتی ہے۔

غور کیجئے کہ کسی خیر و بھلائی کے کام کرنے کے بارے میں یہ کہنا کہ میں یہ کام نہیں کروں گا بذاتِ خود کتنی غلط بات ہے۔ پھر اللہ جل شانہ کی عظیم ذات جو ہمیں بھلائی کا حکم کرتی ہے اور بُری باتوں سے روکتی ہے کے نام کی قسم کھا کر کہنا کہ میں بھلائی کا یہ کام نہیں کروں گا کتنا بُرا ہوگا۔ بلا شُبہ کسی نیک کام سے رُکنا یا کسی گناہ کرنے کی قسم کھانا اللہ تعالیٰ کے نام کی بڑی ناقدری ہے بلکہ رسول اللہ ﷺ

نے تو یہ بھی ہدایت فرمائی ہے کہ قسم کھانے کے بعد اگر کسی پر یہ بات واضح ہو جائے کہ قسم توڑنے میں ہی خیر ہے تو اسے قسم توڑ دینی چاہیئے اور کفّارہ ادا کرنا چاہیئے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہؓ کو نبی کریم ﷺ نے چند نصیحتیں فرمائیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ:

(اِذَا حَلَفْتَ عَلٰی یَمِیْنٍ فَرَأَیْتَ غَیْرَهَا خَیْرًا مِّنْهَا فَأْتِ الَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ وَکَفِّرْعَنْ یَمِیْنِکَ)

''جب تم کسی چیز کی قسم کھالو پھر اسی کام کے خلاف دیکھو کہ وہ اس کام سے خیر اور بہتر ہے تو وہ کام کر گزرو، جو خیر و بہتر ہے اور قسم کا کفّارہ ادا کرو''۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(مَنْ حَلَفَ عَلٰی یَمِیْنٍ فَرَاٰی خَیْرً امِنْهَا فَلْیُکَفِّرْ عَنْ یَمِیْنِهٖ وَلِیَفْعَلْ)

''جو شخص کسی بات کی قسم کھائے پھر اس سے بہتر دیکھے تو وہ اپنی قسم کا کفّارہ ادا کردے اور وہ کام کردے (جو خیر اور بہتر ہے)''

ان حدیثوں کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص کسی بات کی قسم کھائے اور بعد میں اس کو معلوم ہو جائے کہ جس چیز کی قسم کھائی ہے وہ بہتر نہیں بلکہ قسم توڑنے میں خیر و بھلائی ہے تو وہ اپنی قسم توڑ کر خیر و بھلائی کا کام کرے اور قسم کا کفّارہ دے دے۔

لغو اور بلا ارادہ قسموں سے بھی پرہیز کرنا چاہیے!

بعض لوگ جھوٹی قسموں سے تو احتراز کرتے ہیں اور جب کسی بات پر قسم کھائیں تو اس کی رعایت بھی کرتے ہیں مگر گفتگو کے دوران غیر ارادی طور پر ان کی زبان پر قسم کے الفاظ ٹپک پڑتے ہیں ایسی قسموں پر اگرچہ گرفت نہیں مگر یہ پسندیدہ بھی نہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَا یُؤَاخِذُکُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِیْٓ اَیْمَانِکُمْ وَلٰکِنْ یُّؤَاخِذُکُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَیْمَانَ﴾

(اے ایمان والو!) اللہ تعالیٰ تمہاری لغو قسموں پر تو گرفت نہیں کرے گا لیکن جن قسموں کو تم نے

پختہ کیا ہے ان کے (توڑنے) پر تمہارا مواخذہ کرے گا۔(مائدہ:۸۹)

اس آیت میں یہ بات بیان ہوئی کہ ''لغو'' لایعنی اور بے مقصد قسموں پر مواخذہ اور گرفت اللہ تعالیٰ نہیں کرتا۔''لغو'' بے مقصد اور لایعنی کو کہتے ہیں۔

اس سے وہ قسمیں مراد ہیں جو گفتگو کے دوران غیرارادی طور پر زبان پر جاری ہوتی ہیں جس کا مطلب یہ ہوا کہ مواخذہ سے صرف وہی قسمیں مستثنیٰ ہیں جن کا تعلق دل سے نہیں بلکہ محض زبان سے ہوتا ہے جو کسی نفع و نقصان کو سامنے رکھ کر نہیں کھائی جاتیں بلکہ تکیہ کلام کے طور پر اور غیرارادی طور پر زبان پر جاری ہوتی ہیں۔

لغو قسم کھانا سنجیدہ اور ثقہ لوگوں کا کام نہیں!

سورۃ بقرہ میں بھی اس طرح کا مضمون آیا ہے اور اس میں بھی لغو اور بے مقصد قسموں کو مواخذہ اور پکڑ سے مستثنیٰ کیا گیا ہے لیکن اس میں اس کے بعد:

﴿ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴾

''اللہ تعالیٰ بخشنے والا بردبار ہے''

کا حوالہ بھی دیا گیا ہے۔(دیکھئے سورۂ بقرہ:۲۲۵) ایسی قسموں کو لغو سے تعبیر کرنا پھر ان کو اس لئے مواخذہ سے مستثنیٰ کرنا کہ اللہ تعالیٰ غفور اور حلیم ہے اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ ایسی غیرارادی قسمیں بھی درحقیقت قابلِ گرفت اور ناپسندیدہ ہیں لیکن اللہ تعالیٰ چونکہ بخشنے والا اور بردبار ہے اس لئے ان پر مواخذہ نہیں کرتا۔ یہ آیت کریمہ ہمیں یہ سبق دے رہی ہے کہ ایسی قسمیں سنجیدگی اور وقار کے خلاف ہیں۔

اس لئے سنجیدہ اور ثقہ مسلمانوں کو ایسی قسموں سے اجتناب کرنا چاہیئے۔قرآن مجید میں پکے مسلمانوں اور ایمان والوں کے جو اوصاف بیان ہوئے ہیں ان میں ان کی یہ صفت بھی خاص طور پر بیان ہوئی ہے۔

﴿ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ﴾

اور وہ لوگ جو لغو چیزوں سے اعراض اور احتراز کرنے والے ہیں۔(سورۂ مؤمنون:۳)

یمینِ لغو کی تفصیل!

قرآن مجید کی مذکورہ آیت میں لغو قسم کے بارے میں یہ فرمایا گیا ہے کہ اس پر مواخذہ نہیں اب

سوال یہ ہے کہ یمینِ لغو کیا ہے؟ اور اس کی صورتیں کیا ہیں؟ یمینِ لغو دراصل بے فائدہ اور فضول قِسم کی قسموں کو کہتے ہیں جن کا کوئی نتیجہ اور اثر مرتب نہیں ہوتا۔

اس کی صورتیں یہ ہیں!

۱) عام طور سے تکیہ کلام کے طور پر بات چیت کے دوران آدمی بلا سوچے سمجھے بغیر نیت کے جو ''واللہ، باللہ'' کہہ دیتا ہے تو یہ لغو قسم ہے۔

اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ: ﴿ **لَا یُؤَاخِذُ کُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِیْ اَیْمَانِکُمْ** ﴾ ''اللہ تعالیٰ لغو قسموں پر تمہاری گرفت نہیں کرے گا'' کی تفسیر میں فرماتی ہیں کہ یہ آدمی کے اس قول کے متعلق ہے جو وہ (اثنائے کلام) ''لا والله ، بلٰی والله'' کہتا ہے۔ [۱] (دیکھئے صحیح بخاری: کتاب الایمان والنذور: ۹۸۶ ج ۲)

بعض محدّثین نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے یہ حدیث مرفوعاً بھی نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے خود اس کی یہ تعریف فرمائی ہے۔ [۲]

۲) جمہور فقہاء کے نزدیک کسی واقعہ کو سچ سمجھ کر قسم کھالے اور واقع میں اس کے خلاف ہو۔ مثلاً کسی آدمی کو کسی ذریعے سے یہ معلوم ہوا کہ زید آیا ہوا ہے یا اس نے خود کسی شخص کو آتے ہوئے دیکھا اور سمجھا کہ یہ تو زید ہے پھر قسم کھائی کہ ''واللہ!'' زید آچکا ہے یا یہ کہا کہ وہ زید ہے جو آرہا ہے اور بعد میں معلوم ہوا کہ وہ عمرو ہے۔ چونکہ اس نے اپنے گمان میں اس کو زید سمجھ کر قسم کھائی تھی اس لئے ایسی قسم میں نہ کوئی گناہ ہے اور نہ کفّارہ۔ فقہ کی کتابوں میں عام طور پر یمینِ لغو کی یہ تعریف کی گئی ہے کہ ''آدمی گزری ہوئی بات پر یہ سمجھ کر قسم کھائے کہ وہ صحیح کہہ رہا ہے حالانکہ وہ بات اس کے خلاف ہو''۔ [۳]

---

۱ عن عائشةؓ ''**لَا یُؤَاخِذُ کُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِیْ اَیْمَانِکُم** قالت انزلت فی قوله لا واللّٰه وبلیٰ واللّٰه (صحیح البخاری کتاب الایمان والنذور: ص۹۸٦ ج ۲)

۲ ۔عن عطاء فی اللغوفی المین قال قالت عائشة ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: قال هو کلام الرجل فی بیته کلاّ واللّٰه وبلیٰ واللّٰه.(سنن ابی داؤد :ص۱۱۵ ج ۲) کتاب الایمان النزور باب الغوالسنن) (دیکھئے **الفقہ الاسلامی: ص ۳٦۴ ج ۳، اعلاء السنن: ص۳۴۹ ج ۱۱**) وقد قال محمد فی الآثار : أخبرنا أبو حنیفة عن حماد عن ابراهیم عن عائشة أم المؤمنین رضی اللّٰه عنها فی اللغوی قالت هو کل شیء یصل به الرجل کلامه لا یرید یمینا لا واللّٰه ولا واللّٰه ولا یعقد علیه قلبه. (اعلاء السنن ص۳٤۹ ج ۱۱)

۳ ۔وقد روی عن ابن عمر وابن عباس وعائشة رضی الله عنهم انهم قالو: هو قول الرجل لا واللّٰه وبلیٰ واللّٰه۔ (الفقه الاسلامی: ص۳٦٤ ج ۳)

اس کا مطلب یہ نہیں کہ یہ صرف ماضی کے ساتھ خاص ہے بلکہ عموماً ایسی قسمیں چونکہ گذشتہ کام پر کھائی جاتی ہیں اس لئے گذشتہ کی قید لگائی ورنہ حال میں بھی کسی بات یا واقعہ کے بارے میں ایسی قسم کھائی جائے تو وہ بھی لغو قسم ہے۔ جمہور فقہاء کی یمین لغو کی یہ تعریف حضرت عائشہؓ کی تفسیر سے متصادم نہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اثنائے کلام میں قسمیں کھاتے ہیں وہ بھی یہی سمجھتے ہیں کہ وہ جو کچھ کہہ رہے ہیں صحیح کہہ رہے ہیں ورنہ اگر ان کو یہ علم ہو کہ وہ جھوٹ بول رہے ہیں پھر تو یہ لغو نہیں بلکہ جھوٹی قسم ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ دونوں تعریفیں قریب قریب ا ہیں کیونکہ اثنائے کلام میں جو لوگ عادۃً قسمیں کھاتے ہیں ان کا تعلق

---

۱ ۔وذهب مالك الى ان اللغو هو ان يحلف على ما يعتقده فيظهر نفيه و قال انه احسن ما سمعه فى معنى اللغو وهو مروى ايضاً عن عائشة وابى هريرة وابن عباس فى احد قوليه و سليمان بن يسار و سعيد بن جبير و مجاهد فى احد قو ليه و الحسن وزرارة بن ابى اوفىٰ و ابى مالك و عطاء الخرا سانى وبكربن عبدالله واحد قولى عكرمة و حبيب بن ابى ثابت والسدى و مكحول و مقاتل و طاؤس و قتادة والربيع بن انس و يحىٰ بن سعيد و ربيعة و قال فى اضواء البيان: و القولان متقاربان واللغو يشملهما لا نه فى الاول لم يقصد عقد اليمين اصلا و فى الثانى لم يقصد الا الحق والصواب۔

قال ابو هريرة اذا حلف الر جل على الشىء لا يظن الا اياه فاذا ليس هو فهو لغو وليس فيه كفارة (كتاب المجموع:١٥٨ ج ١٩) و فى المغنى لا بن قدامة اكثر اهل العلم على ان هذه اليمين لا كفارة فيها قاله ابن المنذر يروى عن ابن عباس وابى هريرة وابى مالك وزرارة بن ابى اوفىٰ والحسن والنخعى و مالك وابى حنيفة واصحابه وا كثر اهل العلم ان لغو اليمين لا كفارة فيه قال ابن عبد البر اجمع المسلمون على هذا.(المغنى: ص٤٥١ ج، وفى الدرالمختار: وثانيها لغو... ان حلف كا ذبا يظنه صادقاً..... وخصه الشافعى بما جرى على اللسان بلا قصد مثل لا والله وبلىٰ والله ۔

وفى رد المحتار : اعلم ان تفسير اللغو بما ذكره المصنف هو المذكور فى المتون والهداية و شر و حهاونقل الزيلعى انه روى عن ابى حنيفة كقول الشافعى و فى الاختيار انه حكاه محمد عن ابى حنيفة و كذانقل فى البدائع الا ول عن اصحابنا ثم قال و ما ذكر محمدعلىٰ اثر حكايته عن ابى حنيفة ان اللغو ما يجرى بين الناس من قولهم لا والله وبلى والله فذاك محمول عندنا على الماضى اوالحال و عندنا ذلك لغو فير جع حاصل الخلاف بيننا و بين الشافعى فى يمين لا يقصد ها الحا لف فى المستقبل فعند نا ليست بلغو و فيها ا لكفارة و عنده هى لغو ولا كفارة فيها ... فا لا حسن ان يقال ان اللغو عندنا قسمان: الا ول ما ذكر فى المتون وا لثانى ما فى هذه فتكون هذه الرواية بيانا للقسم.... الذى سكت عنه اصحاب المتون وياتى قريبا عن الفتح التصريح بعدم المؤاخذة فى اللغو على التفسيرين فهذا مؤيد لهذا التوفيق۔ والله سبحانه اعلم. (ردالمحتار: ص ٤٧- ٤٨ ج ٣)

بھی عموماً ماضی اور حال کی کسی بات کے ساتھ ہوتا ہے اور وہ اپنی ان قسموں کو سچ بھی سمجھتے ہیں۔

۳: یمین لغو میں وہ قسمیں بھی داخل ہیں جو لوگ بات چیت کے دوران دوسروں کے فعل کے متعلق کھاتے ہیں مثلاً کوئی آدمی دوسرے کو کہتا ہے کہ ''واللہ'' آپ سبق پڑھو یا یہ کہے کہ ''تجھے اللہ کی قسم'' کہ آپ میری دعوت قبول کر لیجئے یا میرا فلاں کام کیجئے یا ''یہ کام نہ کریں''۔ وغیرہ

ایسی قسموں پر کفّارہ نہیں کیونکہ ان کا تعلق دوسروں کے فعل کے ساتھ ہوتا ہے۔ اسی لئے یہ بھی لغو اور بے فائدہ قسمیں ہیں۔[1]

یمین لغو میں کون سی قسمیں شامل ہیں؟

یمین لغو میں وہ تمام قسمیں داخل ہیں جس کا اثر آدمی کے اپنے یا دوسرے لوگوں کے حقوق پر نہیں پڑتا اور یہ وہی قسمیں ہوتی ہیں جن کو آدمی کسی غلط فہمی کی بنیاد پر یا تکیہ کلام کے طور پر غیر ارادی طور پر بات چیت کے دوران ماضی اور حال کی کسی بات کے بارے میں کھاتے ہیں ایسی قسموں پر کفارہ واجب نہیں ہوتا۔[2]

رہی وہ قسم جس کا اثر دوسروں کے مفادات پر پڑنے والا ہوتا ہے یا ان کا تعلق مستقبل کے ساتھ ہو وہ یمین لغو نہیں۔

کیا جھوٹی قسم کھانے پر کفّارہ واجب ہوتا ہے؟

جھوٹی قسم سے مراد گزری ہوئی یا حال کی کسی بات یا معاملہ پر قصداً قسم کھانا ہے مثلاً کوئی شخص یہ

۱؎ ومن اللغوایضاً أن یقول کلاّ ولا ،واللّه لتفعلن کذا، ولا واللّه لایکون کذا فلا کفارة فیه ولا حنث لکونه متعلقا به لفعل الغیر (اعلاء السنن: ص ۳۳۰ ج ۱۱)

۲؎ ومن حلف علی شئ وهو یعلم انه کا ذب فلا کفارة علیه لان الذی اتی به اعظم من ان تکون فیه الکفارة.هذا ظاهر المذهب نقله الجماعة عن احمد وهو قول اکثر اهل العلم منهم ابن مسعود و سعید بن السمیب و الحسن و مالك و الاوزاعی والثوری واللیث وابو عبیدة وابو ثور واصحاب الحدیث و اصحاب الرأی من اهل الکوفة وهذه الیمین تسمی یمین الغموس لا نها تغمس صاحبها فی الا ثم قال ابن مسعودؓ کنا نعد من الیمین التی لا کفارة لها الیمین الغموس .(المغنی: ص ٤٤٨ ج ١٣)

جان کر کہ اس نے آج ظہر کی نماز با جماعت ادا نہیں کی ہے قسم کھا تا ہے کہ میں نے ظہر کی نماز با جماعت ادا کی ہے ۔ جمہور علماء کے نزدیک جھوٹی قسم کھا لینے پر کفّارہ واجب نہیں ہوتا اور امام شافعیؒ کے نزدیک جھوٹی قسم پر کفّارہ واجب ہوتا ہے۔امام شافعیؒ سورۂ بقرہ کے اس آیت سے استدلال کرتے ہیں۔

﴿ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوبُكُمْ وَاللّٰهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ ﴾

''اللہ تعالیٰ تمہاری لغو قسموں پر کوئی مواخذہ نہیں کرے گا لیکن تم سے اس قسموں پر گرفت کرے گا جن کا تمہارے دلوں نے ارادہ کیا ہو اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا ہے (معاف کرتا ہے) بردبار ہے۔'' (بقرہ آیت ۲۲۵)

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جس قسم میں قصد اور ارادہ شامل ہو اس پر مواخذہ اور گرفت کا ہونا اس آیت میں صراحت سے بیان ہوا ہے۔

سورۂ بقرہ کی اسی آیت میں:

﴿بِمَا كَسَبَتْ قُلُوبُكُمْ﴾

اور سورۂ مائدہ میں اسی مضمون والی آیت میں:

﴿بما عقدتم الا یمان﴾ (سورۂ مائدہ:۸۹)

کے معنی ایک ہیں سورۂ مائدہ والی آیت میں کفّارہ کا ذکر صراحت کے ساتھ بیان ہوا ہے۔

نیز جھوٹی قسم کھانے والے نے اللہ تعالیٰ کے نام کی بے حرمتی کی ہے اس لئے اسے دنیا میں کفّارہ ادا کرنے کی سزا بھی دینی چاہیئے۔

امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، جمہور ائمہ اور فقہاء فرماتے ہیں کہ سورۃ بقرہ میں جس گرفت کا بیان ہے اس کا تعلق صرف آخرت کے ساتھ ہے۔اور اس کے دلائل یہ ہیں۔

۱) سورۂ بقرہ میں:

﴿بِمَا كَسَبَتْ قُلُوبُكُمْ﴾ کسبِ قلب سے یہاں مراد بالاجماع جھوٹ اور معصیت کا ارادہ

ہے اور یہ یمینِ لغو کے مقابلے میں آیا ہے۔

ظاہر ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جس قسم میں کذب اور جُھوٹ کا ارادہ نہ ہو بلکہ اپنے گمان میں سچ سمجھ کر قسم کھائی ہو وہ یمین لغو ہے۔ قرآن مجید اور احادیث میں اگر چہ جُھوٹی قسم پر بڑی وعیدیں آئی ہیں جیسا کہ اس کا بیان ان شاء اللہ آگے آنے والا ہے مگر قرآن وحدیث میں کسی دُنیوی سزا کا ذکر موجود نہیں اور سورۃ بقرہ کی اس آیت میں بھی دنیُوی سزا کا کوئی ذکر موجود نہیں۔ جس کا حاصل یہ ہوا کہ یمینِ لغو پر کوئی گناہ اور گرفت نہیں بلکہ گناہ اور اللہ تعالیٰ کی گرفت، جُھوٹی قسم پر ہے۔

جبکہ سورۂ مائدہ میں یمینِ لغو کے مقابلے میں ﴿بِمَا عَقَدْتُمُ الْاَیْمَانُ﴾ لفظ آیا ہے۔

اور عقد سے مراد وہ قسم ہے جو پوری کرنے کے لئے کھائی جائے اور یہ اسی قسم میں ممکن ہے جو آئندہ کسی کام کرنے یا نہ کرنے کے متعلق ہو مثلاً یوں کہے کہ: ''واللہ میں یہ کام نہیں کروں گا۔'' اس طرح کی قسمیں یمینِ منعقدہ کہلاتی ہیں[1]

اور سورۂ مائدہ والی آیت میں ساتھ ساتھ کفّارہ یعنی دُنیوی سزا کا بیان بھی ہے۔

جس کا حاصل یہ ہے کہ:

۱؎ قال العلامة الالوسیؒ: و قرأحمزة والکسائی وابن عیاش عن عاصم ''عَقَدْتُّمْ'' بالتخفیف وابن عامر بروایة ابن ذکوان'' عاقدتم'' والمفاعلة فیھا لا صل الفعل وکذا قرأةالتشدید لان القراء ات یفسر بعضھا بعضا. (روح المعانی: ص ۱۰ ج ۷)

و قال العلامة القرطبیؒ:''قوله تعالیٰ ولکن یؤاخذکم بما عقدتم الایمان'' مخفف القاف من العقد۔۔۔ فالیمین المنعقدة منفعلة من العقد و ھی عقد القلب فی المستقبل الَّا یفعل ففعل اولیفعلنَّ فلا یفعل کما تقدم ۔۔۔وقرئ(عاقدتم) بألف بعد العین علی و زن فَاعَل و ذلك لا یکون الا من اثنین فی الأکثر و قد یکون الثانی من حلف لا جله فی کلام و قع معه او یکون المعنی بما عا قدتم الایمان لان عا قد قریب من معنی عاھد فعدی بحر ف الجر لما کان فی معنی عاھد۔.. فحذف حرف الجرفوصل الفعل الی المفعول فصار عاقدتموه ثم حذفت الھاء کما حذفت من قوله تعالیٰ:﴿ فاصدع بماتؤمر﴾ا و یکون فاعل بمعنی فعل کما قال تعالی:﴿قا تلھم الله﴾ ای قتلھم .... (الجامع لا حکام القرآن :ص ۲۶۶تا ۲۶۷ ج ۶)

یمینِ لغو پر اللہ تمہارا مواخذہ نہیں کرتا۔(یعنی اس پر کفّارہ واجب نہیں کرتا) بلکہ اللہ تعالیٰ قسمیں منعقد کرنے پر تمہاری پکڑ فرماتا ہے کہ تم پر کفّارہ واجب کرتا ہے اس کے بعد کفّارہ کی تفصیل بیان کی ہے۔

۲۔اس آیت کا آخری جملہ جو کفّارہ کے بیان کے بعد ہے۔اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ کفّارہ کا تعلق صرف یمینِ منعقدہ کے ساتھ ہے اور وہ جملے یہ ہیں۔

﴿ ذٰلِکَ کَفَّارَةُ اَیۡمَانِکُمۡ اِذَاحَلَفۡتُمۡ ﴾(مائدہ:۸۹)

''یہ کفّارہ ہے تمہاری قسموں کا جبکہ تم قسم کھالو(اور پھر اس کی خلاف ورزی کرو)۔''

اگر کسی نے قسم کھائی کہ میں فلاں کام نہیں کروں گا اس پر پوری امت کا اجماع ہے کہ جب تک وہ کام نہ کرے یا بعض فقہاء کے نزدیک اس کام کا ارادہ نہ کرے اس وقت تک اس پر قسم کا کفّارہ لازم نہیں ہوتا اور اگر اس نے اپنی قسم پوری کر لی تو اس پر کوئی کفّارہ نہیں اور یہاں قرآن مجید نے فرمایا:''یہ کفّارہ ہے تمہاری ان قسموں کا جبکہ کہ تم قسم کھالو۔''

ظاہر ہے کہ صرف قسم کھانے پر کفّارہ لازم نہیں آتا بلکہ قسم توڑنے پر کفّارہ لازم ہوتا ہے اس لئے اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ کفّارہ ہے تمہاری قسموں کا جبکہ تم قسم کھالو اور اس کو پورا نہ کرسکو(یعنی قسم توڑنے کا کفّارہ ہے)۔[۱]

اور قسم کا پورا کرنا یا توڑنا صرف اسی قسم میں ممکن ہے جس کا تعلق آئندہ کسی چیز کے کرنے یا نہ کرنے سے ہو جھوٹی قسم میں یہ ممکن ہی نہیں کہ اس کو توڑا جائے یا اس کو پورا کیا جائے۔

---

۱ ۔قال ابن عبد البر : الو جه الثالث هو اليمين فى المستقبل " والله لَا فَعلتُ" "والله لأفعَلَنَّ "لم يختلف العلماء ان على من حنث فيما عليه من ذلك الكفارة التى ذكر الله فى كتابه فى قوله عزوجل "ذلك كفارةايمانكم اذا حلفتم (مائده ٨٩) يعنى "فحنثتم" (الاستذكار :ص ١٩١ تا ١٩٢ ج ٤)

وفى تفسير ابن عباس:" كفارة ايمانكم اذا حلفتم" ثم حنثتم (تنوير المقياس: ص ١٣١) وفى المدارك: " و حنثتم فترك ذكر الحنث لو قو ع العلم به بان الكفارة لا تجب بنفس الحلف ولذالم يجز التكفير قبل الحنث " واحفظوا ايمانكم" فبر وا فيها ولا تحنثوا اذالم يكن الحنث خيرا .(تفسير النسفى: ص ٤٧٢ ج ١)

وقال الحافظ الامام عبدالرحمن ابن الجوزیؒ فيه اضمار تقديره اذا حلَفتم و حنثتم.

نیز فرمایا: ﴿وَاحۡفَظُوۡٓا اَیۡمَانَکُمۡ﴾

''اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو'' قسموں کی حفاظت کا مطلب یہ ہے کہ قسموں کو نہ توڑا جائے۔

جیسا کہ ایک دوسری جگہ اس بات کو دوسرے انداز میں یوں بیان فرمایا ہے:

﴿ وَلَا تَنۡقُضُوا الۡاَیۡمَانَ بَعۡدَ تَوۡکِیۡدِهَا﴾ (نحل:۹۱)

''اور قسموں کو ان کے مضبوط کرنے کے بعد نہ توڑو۔''

ظاہر ہے قسموں کی حفاظت اور ان کو بلا وجہ توڑنا ایسی قسموں میں ممکن ہے جن کا تعلق مستقبل (یعنی آئندہ کام کرنے یا نہ کرنے) سے ہو۔

۳: صحیح حدیثوں میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ جس شخص نے کسی چیز پر قسم کھائی اور بعد میں اس پر واضح ہوجائے کہ اس قسم کے توڑنے میں خیر و بھلائی ہے تو اسے قسم توڑ دینی چاہیئے اور قسم کا کفّارہ ادا کرنا چاہیئے۔ اس میں سے چند حدیثوں کا ذکر پہلے آچکا ہے۔

ظاہر ہے کہ قسم کا توڑنا اس وقت ممکن ہے کہ قسم کا تعلق آئندہ کسی چیز کے کرنے یا نہ کرنے سے ہو اور جس نے ماضی کی چیز پر جُھوٹی قسم کھائی ہے اس نے تو قسم توڑی نہیں بلکہ جُھوٹ بولا ہے۔

وقول النبی ﷺ فلیکفّر عن یمینه ولیأت الذی هو خیر یدل علی ان الکفارة انما تجب بالحلف علی فعل یفعله فیما یستقبله. قاله ابن المنذر (المغنی:ص۴۴۹ج۱۳)

۴: قرآن وحدیث میں جُھوٹی قسم کھانے والوں کے لئے آخرت میں عبرتناک سزائیں اور سخت وعیدیں بیان ہوئی ہیں لیکن کسی آیت یا حدیث میں جُھوٹی قسم پر کفّارہ کی ادائیگی کا حکم نہیں آیا ہے۔[۱]

۵: جُھوٹی قسم اس قدر عظیم گناہ ہے کہ وہ کفّارہ ادا کرنے سے معاف نہیں ہوتا اور نہ کفّارہ کی ادائیگی سے کسی کا حق معاف ہوسکتا ہے۔ اگر جُھوٹی قسم کا کفّارہ واجب کیا جائے تو اس سے لوگ جُھوٹی قسم کھانے پر جری ہوجائیں گے وہ یہ سمجھیں گے کہ کفّارہ سے جُھوٹی قسم کا وبال ختم ہوجاتا ہے اس لئے وہ

---

۱ ـ قال الامام مالك رحمه لله تعالیٰ: فاما الذی یحلف علی الشئی وهو یعلم انه آثم ویحلف علی... الکذب وهو یعلم لیرضی به احدا و لیتعذر به الیٰ متعذر الیه اولیقطع به مالا فهذا اعظم من ان یکون فیه الکفارة. (مؤطا امام مالك) وقال سعید بن المسیب هی من الکبائر "وهی" اعظم من ان تکفر. (اوجز المسالك الی مؤطامالك: ص ١٤٠ ج ٤)

جھوٹی قسموں کے ذریعے لوگوں کا حق ماریں گے اور ڈھیروں مال حاصل کر کے ان میں سے چند روپیہ کفارۂ قسم ادا کر کے اپنے آپ کو قسم سے بَری اور ناجائز اموال کو اپنے لئے جائز سمجھیں گے۔ واللہ اعلم

۶: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

خَمسٌ " لَيسَ لَهُنَّ كَفَّارَةٌ " اَلشِّركُ بِاللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وقَتْلُ النَّفْسِ بِغَيرِ حَقٍ وَ بَهتُ مُؤْمِنٍ وَالْفِرَارُمِنَ الزَّحفِ وَ يَمِينٌ " صَابِرَةٌ " يَقْطَعُ بِهِ مَالاً بِغَيرِ حَقّ.

''پانچ چیزیں ہیں جن کے لئے کفّارہ نہیں، اللہ عزوجل سے (کسی کو کسی طرح بھی) شریک ٹھہرانا، قتلِ ناحق، مؤمن پر بُہتان باندھنا، جہاد اور میدان جنگ سے بھاگنا اور جُھوٹی قسم جس کے ذریعے ناحق مال مارا جائے''۔[۱]

۷: صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی بھی صحابی سے یہ ثابت نہیں کہ وہ جھوٹی قسم پر بھی وجوبِ کفّارہ کا قائل ہو بلکہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یمینِ غموس (یعنی جُھوٹی قسم) کو اس گناہ میں سے شمار کرتے ہیں جس کے لئے کوئی کفّارہ نہیں (تفصیل کے لئے دیکھئے اعلاءالسنن: ص ۳۴۰ ج ۱۱)

جُھوٹی قسم پر کفّارہ واجب ہونے کے حق میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ دیکھئے بیوی سے ظہار کے متعلق قرآن مجید کا ارشاد ہے کہ ظہار سے وہ ان کی مائیں نہیں ہو جاتیں بلکہ ان کی مائیں تو وہی ہیں جنھوں نے انہیں جنا ہے پھر اس کے بعد ارشاد ہے۔

﴿ وَاِنَّهُم لَيَقُولُونَ مُنكَرًا مِّنَ الْقَولِ وَزُورًا ﴾ (سورۂ مجادلہ: ۲)

''اور بے شک انہوں نے ایک بیہودہ اور جھوٹ بات منہ سے نکالی ہے''۔

ظہار کرنے والا اگرچہ بیہودہ اور جُھوٹی بات کہتا ہے پھر بھی اس پر کفّارۂ ظہار واجب ہوتا ہے اسی طرح جُھوٹی قسم پر بھی کفّارہ واجب ہونا چاہیئے۔

---

۱ ے رواه احمد وابو الشيخ باسناد جيد صرح بجودته ابن عبد الهادى. (دیکھئے فتح القدير: ۳۵۰ ج ٤ واعلاء السنن: ٣٤٤ ج ١١، المغنى: ٤٤٩ ج ١٣)

لیکن ان کی یہ بات درست نہیں کیونکہ یہاں ظہار اور اس کی جھوٹی بات پر کفّارہ نہیں بلکہ یہ کفّارہ اس وقت واجب ہوتا ہے جبکہ ظہار کرنے والا بیوی سے صحبت کرنے کا ارادہ کرلے اگر کوئی اپنے ظہار پر قائم رہے یا اس نے ظہار کے بعد بیوی کو طلاق دے کر فارغ کردیا تو ان صورتوں میں اس پر وجوبِ کفّارہ کا کوئی قائل نہیں۔

بعض لوگوں نے یہ اعتراض بھی اٹھایا ہے کہ اگر کوئی (العیاذ باللہ!) یہ قسم کھالے کہ ''میں آج ظہر کی نماز نہیں پڑھوں گا یا فلاں کو قتل کروں گا'' یہ کس قدر عظیم گناہ ہیں پھر بھی ان کی وجہ سے کفّارہ واجب ہوجاتا ہے۔

لیکن ان کا یہ اعتراض پہلے سے بھی زیادہ کمزور ہے کیونکہ ایسی قسمیں کھانا اگرچہ بہت بڑا گناہ ہے اور ایسی قسم کا توڑنا ضروری ہے۔ یہاں بھی کفّارہ گناہ قسم کے کھانے پر نہیں بلکہ کفّارہ تو قسم توڑنے پر ہے اگر کسی نے ایسی گناہ والی قسم کو پورا کیا تو کسی کے نزدیک بھی اس پر کفّارہ لازم نہیں۔ خلاصہ یہ کہ قرآن و سنت اور آثارِ صحابہ کی روشنی میں صحیح یہی معلوم ہوتا ہے کہ کفّارہ ماضی یا حال کی کسی بات پر قسم کھانے پر نہیں بلکہ صرف مستقبل (یعنی آئندہ کسی چیز کے کرنے یا نہ کرنے) پر اس وقت کفّارہ واجب ہوتا ہے جبکہ وہ اس قسم کو پورا نہ کرے بلکہ توڑ دے۔[1]

جھوٹی قسم کے بارے میں وعیدیں!

جھوٹ ایک ایسا گندا اور بدبودار جرم ہے کہ اس سے ایمان کی چنگاری بُجھ سکتی ہے اور یہی جُھوٹ

---

[1] قال أبو بكر: وقول النبى صلى الله عليه وسلم " من حلف على يمين فرأى غيرها خيرا منها فليأت بالذى هو خير وليكفّر عن يمينه" وقوله فليكفّر عن يمينه ويأتى الذى هو خير يدل على ان الكفارة انما تجب فيمن حلف على فعل يفعله مما يستقبل فلا يفعله او على فعل ألا يفعله فيما يستقبل فيفعله وفى المسألة قول ثان وهو ان يكفر وان أثم وعمد الحلف بالله كاذباً هذا قول الشافعى قال ابو بكر ولانعلم خيراً يدل على هذا القول والكتاب والسنة دالان على قول الاول. (احكام القرآن للقرطبى: ص ٢٦٧-٢٦٨ ج٦)

نفاق کا سرمایہ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محرومی کا سبب ہے، پھر جُھوٹ پر اللہ تعالیٰ کا نام لے کر قسم کھانا اور اپنے جُھوٹ کو سچ ثابت کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کو گواہ اور ضامن ٹھہرانا بلاشبہ انتہائی خطرناک گمراہ کن اور انتہائی گھناؤنا جرم ہے۔ اس مختصر تمہید کے بعد یہاں جھوٹی قسم کے بارے میں قرآن و حدیث سے کچھ وعیدوں کو نقل کر دیتا ہوں ان کو پڑھ لیجئے۔

(۱) اللہ تعالیٰ منافقین کے بارے میں فرماتا ہے:

﴿ وَيَحْلِفُوْنَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ O اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا... ﴾ (سورۃ مجادلہ: ۱۴۔۱۵)

''اور وہ جان بوجھ کر جُھوٹ پر قسمیں کھاتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے۔''

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ (سورۃ آل عمران: ۷۷)

(۲) ''بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ کے عہد اور اپنی قسموں کے بدلے (دنیا کا) حقیر معاوضہ لیتے ہیں ان کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں اور نہ ان سے اللہ تعالیٰ کلام فرمائے گا اور نہ قیامت کے دن ان کی طرف (محبت و رحمت کی نظر سے) دیکھے گا اور نہ انہیں گناہوں سے پاک کرے گا اور ان کے لئے درد ناک عذاب ہے''۔

(۳) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

من حلف علی مال امرئ مسلم بغیر حقه لقی الله وهو علیه غضبان : قال ثم قرء علینا رسول الله ﷺ مصداقه من کتاب الله عزو جل. ان الذین یشترون بعهد الله وایما نهم ثمنا قلیلا. الیٰ آخر الا یة.

''جس شخص نے کسی کے مال پر ناحق قسم کھائی وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ وہ اس پر سخت غصہ ہوں گے''۔ (حضرت عبداللہ بن مسعودؓ) فرماتے ہیں کہ پھر آپ ﷺ نے اس کی تصدیق میں

کتاب اللہ کی یہ آیت :﴿ ان الذین یشترون بعهد الله و ایما نهم ثمنا قلیلاً ﴾. ۱؎ آخر تک پوری آیت پڑھ لی۔(بخاری، مسلم، احمد، ابوداؤد، ترمذی) (یہ وہی آیت ہے جس کو مع ترجمہ کے اوپر نقل کیا گیا ہے۔)

مذکورہ آیتوں اور اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ جھوٹی قسم کھانے والا اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت دینے والا ہے اس کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی نظرِ کرم اور رحمت سے محروم ہو جاتا ہے اور اس کے لئے دردناک اور رسوا کن عذاب ہوگا۔

(۴) حضرت ابوامامہ ایاس بن ثعلبہ الحارثیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من اقتطع حق امرئ مسلم بیمینه فقد اوجب الله له النار وحرم علیه الجنة فقال له رجل وان کان شیًا یسیراً یا رسول الله! قال وان کان قضباً من اراکَ.

''جس نے کسی مسلمان کا حق قسم کے ذریعے مارا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے آگ کو لازم کر دیا اور جنت کو حرام کر دیا ایک آدمی نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ اگر وہ معمولی چیز ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر چہ پیلو کے درخت کی ٹہنی ہی کیوں نہ ہو۔'' (مسلم، نسائی)

اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر بالکل معمولی حیثیت اور بے قیمت چیز پر بھی جھوٹی قسم کھا کر اس کو حاصل کرے گا پھر بھی اس پر جنت حرام ہوگی اور اسے جہنم میں ڈالا جائے گا۔

(۵): حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

الکبائر الا شراک بالله و عقوق الوالدین و قتل النفس والیمین الغموس.

''کبائر گناہ اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی کرنا، کسی جان کو (ناحق) قتل کرنا اور جھوٹی قسم کھانا ہے۔(بخاری و مسلم، مشکوۃ)

یمینِ غموس جان بوجھ کر کھائی جانے والی جھوٹی قسم کو کہتے ہیں اس کو غموس اس لئے کہتے ہیں کہ وہ

۱؎ ان الذین یشترون بعهدالله وایمانهم ثمناقلیلااولٓئك لا خَلاقَ لهم فِی الاٰخرَةِ ولا یُکَلّمُهُم اللّهُ ولاَ یَنظر الیهم یوم القیامة ولا یز کیهم ولهم عذاب الیمO (سورۃ آل عمران:۷۷)

قسم کھانے والے کوگناہ (اورعذاب) میں ڈبو دیتی ہے۔ ؎1

(٦) حضرت ابوذرغفاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ثلثة لا یکلمھم ا للہ یوم القیامة ولا ینظر الیھم ولا یز کیھم ولھم عذاب الیم. قال ابوذر خابوا وخسروا من ھم یا رسول اللہ ؟قال: المسبل والمنان و المنفق سلعة بالحلف الکاذب.

’’تین آدمی ایسے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نہ ان سے کلام کرے گا اور نہ ان پر رحمت و عنایت کی نظر کرے گا اور نہ ان کو (گناہوں اور گندگی سے) پاک کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ ابوذرغفاریؓ نے عرض کیا کہ یہ لوگ تو نامراد ہوئے اور خسارے میں پڑ گئے یارسول اللہ ﷺ! یہ لوگ کون کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ’’اپنے تہبند (اور شلوار) کو (ٹخنوں سے) نیچے لٹکانے والا (جیسا کہ متکبروں کا طریقہ ہے) اور احسان جتلانے والا اور جھوٹی قسمیں کھا کے اپنا سودا چلانے والا‘‘۔ (مسلم)

خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کا نام بے محل استعمال کرنا اور جھوٹی قسم کھانا بہت خسیس اور ذلیل حرکت ہے۔ اس میں جھوٹ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے نام کی بے حرمتی اور اللہ تعالیٰ کو جھوٹ پر گواہ بنانے کی جرأت بھی شامل ہوتی ہے۔ ایسے شخص کے لئے دردناک عذاب ہے اور ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کی نظر و کرم اور رحمت سے محروم ہوجاتے ہیں لہٰذا مسلمانوں کو چاہئیے کہ جھوٹی قسم سے سخت پرہیز کریں۔

مخلوق کی قسم نہ کھاؤ!

پہلے تو قسمیں کھانے سے بچنا چاہیئے اگر کہیں بھی ضرورت پڑ جائے اور قسم کھانی پڑے تو صرف اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم کھانی چاہیئے مخلوق کی قسم کھانے سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

ان اللہ ینھا کم ان تحلفوا باٰباء کم من کان حالفاً فلیحلف باللہ او لیصمت.

---

١ ؎ وھذہ الیمین تسمی الیمین الغموس لا نھا تغمس صاحبھا فی الا ثم. (اوجز المسالك : ١٤٠۔ ج ٤)

وقال الا مام الحافظ ابن حجرا العسقلانی ”قیل سمیت بذلك لانھا تغمس صاجھا فی الا ثم ثم فی النار.“ (فتح الباری: ص ٨٣ ج ١١)۔

اللہ تعالیٰ نے تم کو اس بات سے منع فرمایا ہے کہ تم اپنے باپوں کی قسم کھاؤ جو شخص قسم کھانے والا ہو وہ اللہ کی قسم کھائے یا خاموش رہے۔ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ)

حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لا تحلفوا با الطوا غی و لا با ٰبا ء کم. (مسلم، مشکوٰۃ)

''بتوں کی قسمیں نہ کھاؤ اور نہ اپنے باپوں کی۔''

غیراللہ کی قسم کھانا شرک ہے!

غیراللہ کے نام پر قسم کھانا جائز نہیں اگر کسی نے غیراللہ کی قسم اس کی قدرت وعظمت کا عقیدہ رکھتے ہوئے کھائی (یعنی اس کا عقیدہ یہ تھا کہ وہ ہر چیز کے ساتھ حاضر وناظر ہے اور اسے دیکھتا ہے) جیسا کہ بعض جاہل لوگ کہتے ہیں کہ مجھے فلاں بزرگ مار دے، ہلاک کر دے اگر میں نے فلاں کام کیا ہو یا اس کو حاضر ناظر جان کر کہتے ہیں کہ فلاں بزرگ کی قسم، بلاشبہ اس عقیدہ کے ساتھ کسی مخلوق کی قسم کھانا شرک ہے۔ البتہ اگر کسی کا عقیدہ درست ہو لیکن صرف رواج وعادت کی بناء پر غیراللہ کی قسم کھائے یہ اگرچہ شرک نہیں لیکن یہ بھی شائبہ شرک کی وجہ سے ناجائز ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ایک آدمی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ''کعبہ کی قسم۔''

آپؓ نے فرمایا کہ غیراللہ کی قسم نہ کھاؤ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ:

من حلف بغیر اللہ فقد کفر او اشرک.

''جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی قسم کھائی تو اس نے کفر کیا یا یہ (فرمایا کہ اس نے) شرک کیا''۔ (ترمذی، احمد، ابوداؤد، حاکم)

(اس نے کفر کیا یا شرک کیا) یہ شک بعد کے راوی سے ہوا ہے کہ کفر کا لفظ کہا یا شرک کا۔

امام احمد بن حنبلؒ اور امام ابوداؤد نے صرف ''**فقد اشرک**'' ''اس نے شرک کیا'' کے لفظ کو نقل کیا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ صحیح یہی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس کو کفر نہیں بلکہ شرک ہی فرمایا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی قسم کھانا ناجائز ہے اس میں شک نہیں کہ

بعض لوگوں کا عقیدہ درست ہوتا ہے وہ جب غیر اللہ مثلاً باپ، دادا کی قسم کھاتے ہیں تو وہ ان کو حاضر ناظر نہیں جانتے اور نہ وہ ان کو کسی غیبی طاقت کا مالک سمجھتے ہیں بلکہ صرف عادت ورواج کی بناء پر ان کی زبان سے ایسی قسمیں نکلتی ہیں۔

ایسی قسم اگرچہ کوئی شرک نہیں ہوتی لیکن پھر بھی صورتاً شرک ہے اس لئے درست عقیدے کے ساتھ بھی ایسی قسم کھانا جائز نہیں کیونکہ یہی صوری شرک حقیقی شرک کے لئے راہ ہموار کرتی ہے اور خدانخواستہ اگر اس کا عقیدہ ہی مشرکانہ ہے تو ایسی صورت میں یہ حقیقی اور کھلا ہوا شرک ہے۔ (اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے)۔

مذکورہ بحث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ قسم صرف وہی ہوسکتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات یا صفات کا نام لے کر کھائی جائے مثلاً یوں کہا جائے کہ ''اللہ کی قسم'' یا ''واللہ'' یا یوں کہے کہ ''خالق کی قسم''، ''رحمٰن کی قسم''، ''اللہ تعالیٰ کی جلال کی قسم''، ''آسمان وزمین کے رب کی قسم'' وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے علاوہ کسی اور چیز کا نام لے کر قسم کھانے سے قسم نہیں ہوجاتی اگر کسی نے کعبہ یا آباء واجداد کی قسم کھائی تو یہ شرعی قسم نہ ہوگی البتہ اگر یوں کہا کہ ''رب کعبہ کی قسم!'' تو پھر یہ قسم درست ہے اور یہ قسم ہوجائے گی۔[1]

قرآن مجید کی قسم کھانا!

قرآن مجید کی قسم کھا کر کوئی بات کہی جائے تو قسم ہوجاتی ہے اگر اس کو توڑے گا تو کفّارہ لازم آئے گا کیونکہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور کلام اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔

اگر صرف قرآن مجید پر ہاتھ رکھا یا قرآن مجید کو ہاتھ میں لے لیا یا قرآن مجید کو سر پر اٹھایا اور قسم کے الفاظ نہیں کہے تو اس سے قسم نہ ہوگی البتہ قرآن مجید پر ہاتھ رکھ کر یا قرآن مجید کو سر پر اٹھا کر یا ہاتھ میں لے کر قسم کھائی تو قسم ہوگئی۔

---

[1] والقسم باللّٰہ تعالیٰ ......(او باسم من اسمائہ) (کالرحمٰن الرحیم) او بصفة من صفاته تعالیٰ (کعزة اللّٰہ وجلاله وکبریائه ...... وعظمته وقدرته (لا) یقسم بغیر اللّٰہ تعالیٰ کالنبی ......والکعبة (لا یقسم بغیر اللّٰہ تعالیٰ) عطف علی قوله والقسم باللّٰہ أی لا ینعقد القسم بغیرہ تعالیٰ أی غیر اسمائه وصفاته ولو بطریق الکنایة کما مر بل یحرم ...... بل یخاف منه الکفر .(الدرالمختار مع رد المختار: ص ٥٠ تا ٥١ ج ٣)

مثلاً یوں کہا کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کی قسم یا یوں کہا کہ اس میں جو اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اس کی قسم یا اگر قسم میں زیادہ قوت اور زور پیدا کرنے کے لئے یوں کہے کہ اس رب کی قسم جس نے قرآن مجید کو نازل فرمایا یا قرآن مجید پر ہاتھ رکھ کر یہ کہے کہ اللہ کی قسم، تو ایسی قسم اٹھانی جائز ہے ۔[1]

---

١ ـ قال الدكتوروهبة الزحيلي: الحلف على القرآن أولمصحف يمين باتفاق العلماء من مالكية وشافعية والحنابلة وكذا عند الحنفية على مارجحه الكمال بن الهمام والعينى لان الحالف بالمصحف انما قصد الحلف باالمكتوب فيه وهوالقرآن فانه مابين دفتى المصحف باجماع المسلمين وذالك الاّ ان يريد الحالف بقوله القرآن الخطبة أوالصلاة أويريد بقوله المصحف الورق أولجلد أوالنقوش وقد كان الحنفية يرون أن الحلف بين القرآن أو المصحف ليس يميناً لأنه حلف بغير اللّه تعالىٰ ولكن بما أن الحلف بالقرآن كلام اللّه فهو من صفاته تعالىٰ لذا قال ابن الهمام ولا يخفىٰ أن الحلف بالقرآن الآن متعارف فيكون يميناً وقال العينى وعندى ان المصحف يمين لاسيما فى زماننا(الفقه الاسلامى: ص٣٧٩ ج٣)

وفى اعلاء السنن: بل هو (اى القرآن) من قسم الصفات ولذاعلله بانه غير متعارف انما يعتبر فى الصفات المشتركة: قال الكمال ولا يخفىٰ ان الحلف : با القرآن الآنَ متعارف فيكون يميناً ـ واما الحلف بكلام الله فيد ورمع العرف وقال العينى: وعندى ان المصحف يمين لا سيما فى زماننا وعند الثلاثة المصحف والقرآن وكلام الله يمين ـ وفى الهند ية عن المضمرات و قد قيل هذا اى عدم كو نه.... يميناً فى زما نهم امافى زماننا فيمين وبه نـأ خذ و نعتقد وقال محمد بن مقاتل الرازى انه يمين وبه اخذ جمهور مشايخنا .... فهو مؤيد لكونه صفة تعرف الحلف بها كعزة الله و جلاله ولو قال اقسم بما فى هذا المصحف الخ من كلام الله تعالىٰ ينبغى ان يكون يميناً اى اتفاقاً .(كذافى الدر مع الشامية ص ٧٨ ج ٣ ،اعلاء السنن: ص ٣٧٢ ج ١١)

وقال العلامة ظفر احمد العثمانى رحمه الله تعالىٰ فى الا مداد ـ "قلت وفى عرفنا القرآن والمصحف كله بمعنىٰ واحدقال فى الدر و عند الثلاثه المصحف والقرآن وكلام الله يميناً فينبغى ان يكون الحلف با الثلاثة يميناً فى عرفنا لكون القرآن من صفات الله والمصحف كلام الله بمعناه لا يرا دبهاالا القرآن فقط نعم لورفع المصحف على يده وقال احلف به لا يكون يميناً للكون المراد به الجلد والنقوش و نحو هما لكن قال الشيخ ان الحلف بو ضع اليد على المصحف ابلغ عندالعوام من الحلف بالقرآن وبكلام الله واشدوليس ذلك لكون الجلد و النقوش اعلىٰ عندهم من القرآن بل لكونهم يريدون بالحلف بوضع اليد عليه الحلف بالقرآن و يضعون اليد عليه استحضاراً لعظمة بمعانيه مايتضمنه وعلى هذا فينبغى ان يكون الحلف بو ضع اليد يميناً كما فى قول الزيلعى نعم وضع اليد بدون صيغة الحلف لا يكون يميناً اه قلت ولعل لا يتجاوز عنه اما القرآن وكلام الله وان كان المراد به عند العوام الكلام اللفظى ولكنه لا يجوز عليه اطلاق انه مخلوق او غيره تعالىٰ كما امر فيلتحق بالكلام النفسى يميناً لا سيمّااذا تعرف الحلف به هذا. (امداد الاحكام: ص ٤٠ ج٣)

اگر اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور پر قسم شرک ہے تو اللہ نے اپنی مخلوق کی قسمیں کیوں کھائیں ہیں؟

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ غیر اللہ (یعنی مخلوق کی قسم) اگر صوری یا حقیقی شرک ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے ہمیں اس سے منع فرمایا ہے تو اللہ تعالیٰ نے خود قرآن مجید میں بہت سے مقامات پر مخلوق کی قسمیں کیوں کھائیں ہیں۔؟

اس سے ایک جواب یہ دیا جاتا ہے کہ شرعی احکام بندوں کے لئے ہیں اللہ تعالیٰ شرعی احکام کا پابند نہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ لا يُسئل عما يفعل وهم يسئلون ﴾

''نہیں پوچھا جائے گا اس سے جو وہ کرتا ہے جبکہ ان سے (یعنی بندوں سے) پوچھا جائے گا''۔

یہ جواب بلاشُبہ نماز، روزہ ظاہری اور عملی احکام یا کائنات میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ طوفان، آندھیاں، بارشیں اور عذاب آتے ہیں، اسی طرح کے تمام امور کے بارے میں یہ جواب صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظیم ذات شرعی احکام کی پابند نہیں اور نہ وہ کسی بھی بات میں کسی کے سامنے جواب دہ ہیں البتہ بندے اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے ہر قول و فعل اور ارادے کے جواب دہ ہیں۔

اس مذکورہ مسئلہ میں بھی اس بات کی اہمیت سے انکار نہیں لیکن اس مسئلہ کا تعلق چونکہ توحید اور شرک کے ساتھ ہے اور اسلام ان تمام راستوں کو بند کر دیتا ہے جہاں سے شرک داخل ہو سکتا ہے اس لئے اس باب میں مذکورہ جواب کافی نہیں کیونکہ اللہ جل شانہ کا خود مخلوقات کی قسم کھانا اس بات کی دلیل بن سکتی ہے کہ غیر اللہ کی قسم کھانا شرک میں داخل نہیں ورنہ اگر یہ شرک کی کسی بھی قسم میں داخل ہوتا تو اللہ تعالیٰ ایسی قسمیں نہ کھاتے۔

اس لئے علمائے اسلام نے اس سوال سے مذکورہ جواب کے علاوہ دوسرے جوابات بھی دیئے ہیں ان میں سے دو جواب ایسے ہیں جن سے شُبہات کا ازالہ اور بندوں کا ذہن صاف ہو سکتا ہے۔

اس قِسم کی قسموں میں مضاف محذوف ہے!

ایک جواب یہ دے دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی جو قسمیں کھائی ہیں ان میں مضاف کو

حذف کیا گیا ہے مثلاً ''والضحیٰ'' میں لفظ ''رب'' محذوف ہے اصل میں ''ورب الضحیٰ'' ہے یعنی ''رب چاشت کی وقت کی قسم''۔

ایسی قسم کے اندر دلیل چھپی ہوئی ہوتی ہے جو قسم کے بعد آنے والے دعویٰ کے ثبوت کے لئے قائم ہوتی ہے جیسا کہ اس کا بیان ان شاءاللہ آگے آنے والا ہے۔

چیزوں کی قسمیں دراصل دلائل ہوتے ہیں!

اس سے دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ قرآن مجید میں جن چیزوں کی قسمیں کھائی گئی ہیں وہ دراصل اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی توحید یا آخرت کی گواہیاں اور دلائل ہوتی ہیں ان دونوں جوابات کی وضاحت اور سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے ''قسم'' کے لغوی معنی اور مطلب کو بیان کیا جائے۔

قسم کے معنیٰ اور مطلب!

قسم کے لغوی معنیٰ دراصل ''قطع'' یعنی کاٹنے، بانٹنے یا الگ الگ کرنے کے ہیں چونکہ مضبوط دلیل اور پکی شہادت شک وشبہ کی جڑ کاٹ دیتی ہے اور وہ حق و باطل کو الگ کر کے رکھ دیتی ہے اس لئے یہ لفظ اس مضبوط دلیل اور پکی شہادت کے لئے استعمال ہوتا ہے جو دعویٰ سے پہلے پیشگی کے طور پر سامنے لایا جاتا ہے۔

قرآن مجید میں خود شہادت قسم کے معنیٰ میں استعمال ہوئی ہے اس کی چند مثالیں پڑھ لیجئے۔

۱۔سورۂ فجر میں چار قسموں کے بعد ارشاد ہوا۔

﴿ هَلۡ فِیۡ ذٰلِکَ قَسَمٌ لِّذِیۡ حِجۡرٍ ﴾

''ان (قسموں یعنی نشانیوں) میں تو صاحب عقل کے لئے بڑی شہادت ہے۔'' (سورۂ فجر: آیت ۵)

۲۔تاروں کی ڈوبنے کی قسم کھانے کے بعد ارشاد ہے۔

﴿ وَاِنَّہٗ لَقَسَمٌ لَّوۡ تَعۡلَمُوۡنَ عَظِیۡمٌ ﴾

''اور بے شک اگر تم سمجھو تو یہ بڑی قسم ہے۔'' (سورۂ واقعہ:۷۶)

اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ شہادت جو میں پیش کر رہا ہوں بلا شبہ ایک عظیم شہادت ہے بشرطیکہ تم

عقل سے کام لے لو اور سمجھنے کی کوشش کرو۔

۳۔منافقین کے بارے میں قرآن مجید کا ارشاد ہے جس کا خلاصہ ہے کہ ہم شہادت دیتے ہیں کہ بے شک تو اللہ کا رسول ہے اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ بے شک آپ اس کے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ بے شک منافقین جھوٹے ہیں۔

اس آیت کریمہ کا جس کا یہاں صرف ترجمہ ذکر کیا گیا ہے اس میں منافقین کے الفاظِ قسم کا کوئی ذکر نہیں صرف شہادت کا لفظ ذکر ہوا ہے لیکن اس کے بعد متصل دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

﴿اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾

انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے۔(سورۃ المنافقون:۱۔۲)

اس سے پہلی آیت میں منافقین کی شہادت کا ذکر ہے کہ وہ زبان سے تو یہ شہادت دیتے ہیں کہ بلاشبہ آپ اللہ کے رسول ہیں لیکن دل میں آپ کو نہیں مانتے۔

ظاہر ہے منافقین نے قسم تو نہیں کھائی بلکہ شہادت دی تھی لیکن قرآن مجید نے ان کی شہادت کو قسم سے تعبیر کیا۔

۴۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا ط﴾

''اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرو جب تم نے اس سے عہد کرلیا ہے اور قسموں کو پکا کرنے کے بعد نہ توڑو حالانکہ تم نے اللہ تعالیٰ کو اپنے اوپر گواہ (اور ضامن) بنایا ہے۔(سورۃ نحل:۹۱)

اس آیت میں قسم کے بارے میں یہ بتلایا گیا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی قسم کھاتا ہے وہ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کو ضامن اور گواہ بنا لیتا ہے اس کا اثر یہ ہے کہ آج بھی ہم اپنی زبان سے جب قسم کھاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے اللہ تعالیٰ گواہ ہے اور شاہد ہے۔

گواہ اور ضامن جس قدر طاقتور ہو اسی قدر اس کی اہمیت اور اسی قدر خوف بھی ہوتا ہے!

یہ بات تو ظاہر ہے کہ جو شخص کسی معاملے میں کسی کو گواہ یا ضامن بناتا ہے تو وہ گواہ اور ضامن جس

قدر زیادہ طاقتور اور زبردست ہوتا ہے اسی قدر اس کے گواہ ہونے پر لوگ اعتماد بھی کرتے ہیں کہ اگر اس نے خلاف ورزی کی تو گواہ اس کے حق میں آسانی سے گواہی دے گا دوسری طرف جس نے اس کو گواہ اور ضامن ٹھہرایا ہے وہ بھی اس کے معاملے میں پورا محتاط ہوتا ہے کہ بہت بڑی شخصیت کو گواہ اور ضامن بنایا ہے اگر میں نے خلاف ورزی کی تو اس کی گواہی اور ضمانت مجھے مہنگی پڑے گی اگر ضامن یا گواہ معمولی شخصیت ہو تو اس پر زیادہ اعتماد کیا جاتا ہے اور نہ گواہ بنانے والے کو اس سے کوئی خاص خوف ہوتا ہے جو شخص قسم کھاتا ہے وہ ایک ایسی عظیم ذات کو اپنے اوپر گواہ بناتا ہے جو صرف اپنے ارادے ہی سے اس کائنات کی طرح اربوں، کھربوں بے شمار کائنات ومخلوقات کو ایک ہی لحہ میں تباہ وبرباد کرسکتا ہے اور اسی لمحے اس کے بجائے دوسری مخلوقات کو پیدا کرسکتا ہے۔

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کی گواہی فعلی اور عملی ہوتی ہے اور وہ اپنی گواہی انعامات یا مصائب اور عذاب کی شکل میں دے دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی قسم کتنی عظیم اور غیر اللہ کی قسم کس قدر بُری بات ہے!

خلاصہ یہ ہوا کہ ''قسم'' کے معنیٰ اس مضبوط دلیل اور گواہی کے ہیں جو بعد میں آنے والے واقعہ کے لئے پیشگی پیش کی جاتی ہے مثلاً جب کوئی کہتا ہے کہ ''اللہ تعالیٰ کی قسم'' یا کہتا ہے کہ ''واللہ!'' میں یہ کام نہیں کروں گا تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کو اپنے اوپر گواہ بناتا ہوں کہ میں یہ کام نہیں کروں گا۔

غور کیجئے کہ جو آدمی اپنے اوپر قادر مطلق کو گواہ بناتا ہے اور دوسرے شخص کو یہ باور کراتا ہے کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں یہ سچ ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کو گواہ اور ضامن بھی بناتا ہے جو عالم الغیب ہے، قسم کھانے میں میری نیت کو جانتا ہے اس کے سچ اور جُھوٹ سے خوب واقف ہے۔ وہی حاضر وناظر ہے جو ہر حال، ہر وقت اور ہر لحہ میں بیک نظر پوری کائنات اور اپنے بندوں کے اعمال اور ارادوں کو دیکھتا اور جانتا ہے وہ عظیم ذات جُھوٹوں، مکاروں اور خائنوں کو دنیا وآخرت میں سزا دینے پر قادر ہے جس کو وہ پکڑنا چاہے وہ کہیں بھی اس کی گرفت اور پکڑ سے نہیں بچ سکتا۔

بلاشبہ جھوٹی قسم کھانا اور غیر اللہ کی قسم تو بہت ہی سنگین جرم اور اللہ تعالیٰ پر جرأت ہے جس شخص کا اللہ تعالیٰ پر ایمان ہو اور اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف ہو وہ اس تصور سے کبھی بھی جھوٹی قسم نہیں کھا سکتا اور نہ وہ غیر اللہ کی قسم کھا سکتا ہے کیونکہ مخلوق میں کوئی عالم الغیب نہیں اور نہ کوئی حاضر و ناظر ہے کہ اس کو اس کی نیت کا علم ہو یا وہ اس کے تمام اعمال و اقوال پر ہر وقت باخبر ہو اور نہ کوئی قادر مطلق ہے اور نہ اور مختارِ کل ہے کہ جب چاہے وہ اس کی گرفت کر سکے۔

یہی وجہ ہے کہ جو شخص غیر اللہ کی قسم غلط عقیدے کے ساتھ کھاتا ہے وہ مشرک ہو جاتا ہے اور اگر اس کا عقیدہ ٹھیک ہے لیکن قسم کا معنی نہ جاننے کی وجہ سے یا غیر ارادی طور پر عادتاً غیر اللہ کی قسم زبان سے نکل جاتی ہے اس سے اگر چہ وہ مشرک تو نہیں ہوتا لیکن یہ قسم بھی شرک کی ایک شکل ہے اس لئے شریعت میں غیر اللہ کی قسم سے بہر حال منع کیا گیا ہے۔

بندے کا اللہ تعالیٰ پر قسم کھانے سے اس کی تعظیم ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ جن چیزوں پر قسم کھاتا ہے اس سے مقصود ان چیزوں کی تعظیم نہیں بلکہ......

مذکورہ بحث سے معلوم ہوا کہ کسی چیز کی قسم کھانا اس کو گواہ اور دلیل بنانا ہے ایک مسلمان جب اللہ تعالیٰ کی قسم کھاتا ہے ظاہر ہے کہ وہ اپنی نیت پر یا اپنے کسی ماضی کے ایسے معاملے پر یا مستقبل کے کسی کام کرنے یا نہ کرنے پر گواہ بناتا ہے جس پر بندوں میں سے کوئی گواہ موجود نہ ہو، اور وہ اپنے مخاطب کو یہ باور کراتا ہے کہ اگر وہاں کوئی دوسرا نہیں تھا یا میری نیت پر کوئی گواہ نہیں اور بظاہر اس پر کوئی گرفت کرنے والا بھی نہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی عظیم ذات تو بہر حال ہر وقت موجود ہے اور ہر چیز کی حرکت و سکون کو دیکھتا ہے اور ہر بات کو سنتا ہے وہ تو مجھ سے باخبر ہے کہ میں نے یہ کام نہیں کیا ہے یا نہیں کروں گا۔

ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا عالم الغیب کوئی نہیں اور نہ ہر حال میں کوئی اور دوسرا گواہ بن سکتا ہے نہ وہ ہمیشہ گواہی دے سکتا ہے یہ شان تو اللہ تعالیٰ ہی کی ہے اس لئے مؤمن صرف اللہ تعالیٰ کی قسم کھاتا ہے اور اس کے سامنے اللہ تعالیٰ کی عظمت ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی نام کی تعظیم کرتا ہے۔

یہ بات سمجھنے کے بعد آیئے قرآن مجید کی قسموں کی طرف، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جن

چیزوں کی قسمیں کھائیں ہیں یہ وہی چیزیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے بنائی ہیں اور ان کے لئے مسخر کی ہیں اور ان کی خدمت پر لگا رکھی ہیں جن میں چاند، سورج، دن، رات، آسمان وزمین، تارے، ہوائیں، غبار اڑانے والی آندھیاں، دوڑنے والے گھوڑے جیسی چیزیں شامل ہیں جن میں عزت اور تقدس کا کوئی خاص پہلو موجود نہیں اگر کسی جگہ ایسی چیز کو لایا بھی گیا جن کو اللہ تعالیٰ نے دوسری چیزوں کی بہ نسبت زیادہ عزت بخشی ہے مثلاً مکہ مکرمہ تو پھر بھی یہ بات ظاہر ہے کہ کوئی بھی صاحبِ عقل ایک لمحہ کے لئے یہ تصور نہیں کر سکتا کہ اللہ تعالیٰ خود اپنی پیدا کی ہوئی چیزوں کی تعظیم کرے گا یا اس کو ایک معبود کی حیثیت دے گا بلکہ جس کو اللہ تعالیٰ نے جس قدر بھی عزت یا طاقت بخشی ہے وہ جب چاہے اس کو اس سے محروم کر سکتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں جن چیزوں کی قسمیں کھائی گئیں ہیں۔ اس سے مقصد ان چیزوں کی تعظیم نہیں بلکہ وہ صرف پیشگی مضبوط دلائل اور گواہیاں (نشانیاں) ہوتی ہیں۔

چیزیں کس طرح شہادت دے سکتی ہیں؟

جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ قرآن مجید میں جن چیزوں کی قسمیں کھائی گئیں ہیں وہ بعد میں آنے والی باتوں کی پیشگی دلائل اور گواہیاں ہوتی ہیں تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ چیزیں کس طرح گواہیاں پیش کرتی ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان کی گواہیاں زبان حال سے ہوتی ہیں اور وہ اپنے حال اور افعال سے کسی بات پر گواہی پیش کرتیں ہیں۔ وضاحت کے لئے قرآن مجید کی صرف ایک ہی سورت بیان کرتا ہوں جس سے اندازہ ہو جائے گا کہ قرآن مجید نے جن چیزوں کی قسمیں کھائیں ہیں وہ نہایت مضبوط شہادتیں اور دلائل ہیں۔

اللہ تعالیٰ قسم کھا کر فرماتے ہیں۔

﴿وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحاً O فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحاًO فَالْمُغِيْرَاتِ صُبْحاًO فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعاً O فَوَ سَطْنَ بِهٖ جَمْعاًOاِنَّ الْاِ نْسَانَ لِرَ بِّهٖ لَكَنُوْدٌ﴾

"قسم (یعنی گواہی) ہے ان گھوڑوں کی جو ہانپتے ہوئے تیز دوڑتے ہیں پھر ٹاپ مار کر چنگاریاں نکالنے والے۔ پھر صبح کے وقت چھاپہ مارنے والے۔ پھر اس میں غبار اڑانے والے۔ پھر اس وقت (دشمن

کی)فوج میں گھس جانے والے۔ بے شک انسان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے۔(سورۃ العادیات ا تا ۵)

یہاں جن گھوڑوں کی قسمیں کھائی ہیں وہ جنگی گھوڑوں کی صفات ہیں۔ان قسموں کو ذرا تفصیل سے بیان کرتے ہیں تا کہ معلوم ہو جائے کہ قرآن مجید نے جن چیزوں کی قسمیں کھائی ہیں وہ نہایت مضبوط شہادتیں اور ٹھوس دلائل ہیں۔

"عادیات " "عَدْو" سے ہے اس کے معنیٰ تیز دوڑنے کے ہیں۔

"ضبح " اس خاص آواز کو کہتے ہیں جو تیز دوڑتے یا ہانپتے ہوئے گھوڑے کے نتھنوں سے نکلتی ہے۔ یہ ہنہنانے سے بالکل جُدا ہوتی ہے۔

"مُورِیَات" "اِیرَاء" سے ہے جس کے معنیٰ چقماق، پتھر یا ماچس کسی چیز کے رگڑ سے آگ نکالنے کے ہیں۔

"قَدْح"اس کے معنیٰ ضرب لگانے، ٹھوکر لگانے اور ٹاپ مارنے کے ہیں۔

"مُغِیرَات " اچانک حملہ کرنے والیاں (یعنی چھاپہ مارنے والیاں)۔

"صُبُحاً" عرب میں دشمن پر چھاپہ مارنے کا سب سے موزوں وقت صبح ہی کا وقت ہے اس لیے یہاں ان کی عادت کے مطابق صبح کا ذکر آیا ہے۔

" اَثَرْن" " اِثَارَة " کے معنیٰ ابھارنے اور اٹھانے کے ہیں۔

"نَقْع " کے معنیٰ گردوغبار کے ہیں۔

گھوڑوں اور ان کی صفات کی گواہی کی وضاحت!

دعویٰ یہ ہے کہ (غافل) انسان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے اس کے ثبوت کے لئے جنگی گھوڑوں کی جو گواہی پیش کی گئی اس کو اگر کھول دیا جائے تو اس کا مضمون کچھ اس طرح بنتا ہے۔

گھوڑے اپنے مالکوں کے اشارے سے ہانپتے ہوئے اس قدر تیز دوڑتے ہیں کہ ان کے سینوں سے آوازیں نکلتی ہیں اور وہ اپنے مالکوں کی خاطر میدانوں، چٹانوں اور سخت پتھریلی زمینوں پر ٹاپیں مار کر چنگاریاں نکالتے ہیں گویا وہ اپنی مالکوں کی خاطر بھڑکتی ہوئی آگ پر چلتے ہیں تمام رات سفر کر کے تھکے

مانند ے صبح سویرے دشمن پر چھاپہ مارتے ہیں، صبح کے وقت شبنم یارات کے سکون کی وجہ سے عادۃً گرد وغبار نہیں اُڑتا لیکن ان کی تیز رفتاری و جانثاری کا حال یہ ہوتا ہے کہ وہ اس وقت بھی ایسا گرد وغبار اڑاتے ہیں جیسا کہ سخت آندھی وطوفان ہوتا ہے اور اسی حالت میں اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر بڑی بے جگری سے دشمن کی فوج میں بے تکلف گھس جاتے ہیں تلواروں، نیزوں، سنگینوں اور گولیوں کی بارش کے سامنے ان کے سینے اس وقت تک دشمن سے نہیں پھرتے جب تک ان کے مالک وہاں سے ہٹنے کا اشارہ نہ دیں وہ سوار کو بچانے کی خاطر اپنی جان کو خطرے میں ڈال دیتے ہیں ان کو اپنی جان سے زیادہ اپنے مالکوں کی جان عزیز ہوتی ہے۔

گھوڑوں کی وفاداری، فرمانبرداری اور ان کا مالکوں کی خاطر سخت مشقتیں برداشت کرنا ان کے لئے اپنی جانوں کو قربان کرنا اس بات پر گواہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے غافل انسان اپنے رب کا نہایت ناشکرا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اشرف المخلوقات بنایا، زمین وآسمان کی ساری مخلوقات کو اس کی خدمت میں لگا دیا حالانکہ انسان نے ان میں سے کسی بھی مخلوق کو پیدا کیا ہے اور نہ اس کے گھاس، دانہ اور اسبابِ معیشت کو پیدا کیا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ ہی نے سب کچھ پیدا فرمایا ہے لیکن پھر بھی وہ سب کے سب اللہ تعالیٰ کا حکم مان کر اپنی پوری قوت کے ساتھ انسان کے لئے خادمانہ اور غلامانہ خدمات انجام دیتے ہیں۔

انسان کو چاہیئے تھا کہ وہ حیوان کے مقابلے میں اپنے خالق کا ہزاروں گنا زیادہ فرمانبردار ہوتا لیکن اس کا حال یہ ہے کہ وہ اپنی خداداد عقلی، فکری اور عملی صلاحیتوں کے باوجود اپنے مالک اور اپنے منعم کا حق ادا نہیں کرتا وہ تو گھوڑے، کتے جیسے حیوان کے برابر بھی اپنے رب کی وفاداری وفرمانبرداری نہ دکھلا سکا۔ بلاشُبہ غافل انسان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے۔

یہاں یہ بات یاد رہے کہ گھوڑوں کا ذکر بطور مثال ہے ورنہ یہی وفاداری جانثاری اپنی خدمات کی حد تک ان تمام حیوانات میں پائی جاتی ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے مسخر کیے ہیں۔

ایک کتے کو دیکھیئے کہ وہ اپنے مالک کو پہچانتا ہے اور اس کے حق کو پہچانتا ہے، کتا سخت غصہ کی حالت میں ہوتا ہے لیکن جب اس کا مالک اس کو خاموش کرنا چاہے تو وہ خاموش ہو جاتا ہے ساری ساری

رات گھر کی چوکھٹ پر پاؤں پھیلائے بیٹھ کر گھر کی چوکیداری کرتا ہے جب بھی خطرہ محسوس کرتا ہے تو بھونکتا ہے اور دشمن کا مقابلہ کرتا ہے اگر مقابلہ اس کی طاقت سے باہر ہو تو اس وقت اس کے بھونکنے کی آواز ایسی ہوتی ہے کہ مالک جان لیتا ہے کہ گھر میں کوئی چور یا اجنبی آدمی داخل ہو رہا ہے تو وہ اس کے لئے اپنے آپ کو تیار کر لیتا ہے بلکہ ایک شکاری کتا تو عین بھوک کی حالت میں شکار کر کے پورا شکار مالک کے سامنے رکھ دیتا ہے۔

حالانکہ وہ بھوکا بھی ہوتا ہے اور وہ گوشت کے کھانے میں بڑا حریص بھی ہے مگر اس کے باوجود اس شکار سے وہ ایک بوٹی بھی اس وقت تک نہیں کھاتا جب تک خود مالک اس کو اس کے آگے نہ ڈال دے۔

یہ کُھلے کُھلے دلائل اور نشانیاں اس بات کی دلیل ہیں کہ جو شخص اپنے رب کا نافرمان ہو وہ نہایت ناشکرا اور حیوانات سے بدتر ہوتا ہے۔

ایک جانور تو اپنے مجازی مالک کا صرف اس لئے شکر گزار ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اُس کی خدمت میں لگا دیا ہے مگر غافل انسان خود ان سب حقائق کو دیکھ کر اپنے حقیقی مالک کا شکر گزار نہیں بنتا، ایک جانور تو اپنے مالک کے حق کو پہچانتا ہے مگر انسان عقلی اور فکری صلاحیتوں کے باوجود اپنے رب کا حق نہیں پہچانتا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک جانور تو انسان کی اطاعت اور فرمانبرداری میں سرگرم ہے مگر خود انسان کا حال یہ ہے کہ اپنے رب کی اطاعت میں اس قدر سرگرم نہیں جس قدر ایک جانور اس کی اطاعت میں سرگرم ہے۔

پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ انسان صرف ان گھوڑوں اور کتوں کی قدر کرتا ہے جو اس کے وفادار ہیں اور اس کی کوئی قابل قدر خدمات سرانجام دیتے ہیں۔ تو یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ خود اس بات کو نہ جانے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں بھی وہی انسان قابل قدر ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی نظر میں وفادار ہو۔ یہ سارے حقائق ایک انسان صرف اس لئے نظر انداز کرتا ہے کہ دُنیوی مفادات اور مال کی محبت اس کے دل کو زنگ آلود اور اندھا کر دیتی ہے۔

چیزوں کی قسم کے فوائد!

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآن مجید نے جن چیزوں کی قسمیں کھائی ہیں وہ گواہیاں اور دلائل

ہیں تو ان دلائل اور گواہیوں کو صاف اور واضح اسلوب میں کیوں نہیں پیش کیا گیا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ استدلال کی حالتیں مختلف ہوا کرتی ہیں، بعض مواقع ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں استدلال کا صاف اور واضح انداز موزوں ہوتا ہے لیکن بعض اوقات استدلال کا انداز قسم کی صورت میں زیادہ مناسب ہوتا ہے ہر ایک اسلوب اور انداز جب اپنے موقع محل کے مطابق ہو تو وہ بہت سے محاسن اور فوائد پر مشتمل ہوتا ہے۔

قسم کے اسباب میں علمائے اسلام نے جو محاسن وفوائد بیان فرمائے ہیں ان میں سے چند یہ ہیں۔

۱۔ اس اسلوب سے قول کی پختگی اور تاکید کا اظہار مقصود ہوتا ہے تاکہ لوگوں کے سامنے معاملے کی اہمیت اچھی طرح واضح ہو جائے۔

۲۔ قسم کا اسلوب جوامع الکلم میں سے ہے بظاہر تو یہ ایک مختصر سی بات ہوتی ہے (جیسا کہ گھوڑوں کی قسم ایک مختصر کلام ہے مگر اس کے اندر پورا مضمون سمیٹا ہوا ہوتا ہے) نیز قسم کے اسلوب میں چونکہ اختصار ہوتا ہے جب الفاظ کم ہوں تو آدمی کے سامنے مقصد اور مفہوم سہولت کے ساتھ جلد سامنے آجاتا ہے۔

۳۔ اس اسلوب میں دلیل دعویٰ سے پہلے سامنے لائی جاتی ہے اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ یہ دلیل اور شہادت آہستہ آہستہ مخاطب کو دعویٰ تک کھینچ لاتی ہے۔ اس کے برعکس اگر سامع پہلے ہی دعویٰ کو سمجھ جائے تو اندیشہ ہوتا ہے کہ وہ کترا کر دوسری راہ اختیار نہ کرلے لیکن اگر وہ دعویٰ سے بے خبر ہے تو توقع ہوتی ہے کہ یہ شہادتیں اور دلائل آہستہ آہستہ اس کے ذہن کو دعویٰ کے قبول کرنے کے لئے تیار کرلیں۔

۴۔ اپنے مقام پر اس اسلوب کی ایک خوبی یہ ہوتی ہے کہ وہ انسان کو عقل کے استعمال پر آمادہ کرتی ہے اور اس میں دلیل تلاش کرنے میں سامع خود متکلم کے ساتھ شریک ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے اس کے اندر ضد، عناد اور اختلاف کا داعیہ کمزور پڑ جاتا ہے۔

۵۔ قسم کے اندر وہ لطیف اور باریک دلائل ہوتے ہیں جو ایک طرف تو جھگڑے، مناظرے اور بحث کی راہ کو بند کر دیتے ہیں تو دوسری طرف وہ انسان کے اندر غور وفکر اور استنباط کی تخم ریزی کرتے ہیں۔

۶۔ اس اسلوب میں چونکہ خود سامع دلیل کو تلاش کرتا ہے اور تلاش کے بعد دلیل کو پالیتا ہے اس

لئے وہ دلیل اس پر زیادہ اثر کرتی ہے اور اس کو اس سے خوشی بھی ہوتی ہے کیونکہ انسانی طبیعت کی یہ خصوصیت ہے کہ جب کوئی حقیقت اور تلاش کے بعد اس کے سامنے آجاتی ہے تو وہ حقیقت اس کے اندر اُتر جاتی ہے اور اِس سے اُس کو خوشی اور مسرت بھی ہوتی ہے۔

قرآن مجید کی قسموں بلاغتوں اور فوائد پر مولانا حمید الدین فراہیؒ نے اپنے رسالے ''الامعان فی اقسام القرآن'' میں علمی اور مفید بحث کی ہے مولانا امین اصلاحی نے اس کا اردو ترجمہ ''اقسام القرآن'' کے نام سے کیا ہے جو زیادہ تفصیل جاننا چاہے وہ اس کی طرف رجوع کرلے۔

قسم کے احکام کا خلاصہ!

بِلا ضرورت بات بات پر قسم کھانا بری بات ہے جہاں تک ہو سکے صحیح بات پر بھی قسم نہیں کھانا چاہیئے البتہ کبھی قسم کھانے کی ضرورت بھی پڑتی ہے تو پھر قسم کھانے میں کوئی حرج نہیں۔

قسم کی تین قسمیں ہیں۔

(۱)یمینِ لغو (۲)یمینِ غموس اور (۳)یمینِ منعقدہ۔

(۱)یمینِ لغو: ماضی یا حال کے کسی بات یا واقعہ کو اپنے نزدیک سچا سمجھ کر قسم کھائے جبکہ واقع میں وہ غلط ہو مثلاً کسی آدمی کو کسی طرح یہ معلوم ہوا کہ زید سفر سے آگیا ہے اس پر اس نے قسم کھائی حالانکہ وہ بدستور سفر میں تھا یا اس نے دور سے ایک شخص کو دیکھا اور اس نے اس کو زید گمان کرلیا اور پھر قسم کھائی کہ وہ زید آرہا ہے حالانکہ وہ زید نہیں تھا تو ایسی قسم کو یمینِ لغو کہتے ہیں۔ نیز اثنائے کلام اور غیر ارادی طور پر قسم کے الفاظ ''واللہ!''،''باللہ!'' بلا سوچے سمجھے نکل جاتے ہیں اس طرح کی قسمیں بھی یمینِ لغو میں داخل ہیں۔

اس کا حکم یہ ہے کہ ایسی قسم کھانے پر نہ گناہ ہے اور نہ کفّارہ، البتہ جس کو یہ عادت ہو تو ان کو کوشش کرنی چاہیئے کہ وہ زبان پر کنٹرول رکھے اور گفتگو میں احتیاط کرے جب کسی معاملہ کا یقین نہ ہو تو قسم نہ کھائے اور ایسی بیہودہ قسموں سے پرہیز بھی کرے۔

(۲)یمینِ غموس: گزشتہ یا حال کے واقعہ پر جان بوجھ کر جُھوٹی قسم کھانے کو یمینِ غموس کہتے ہیں مثلاً کسی آدمی نے کوئی کام کیا ہے اور اس کو وہ کام یاد بھی ہے مگر جان بوجھ کر جُھوٹی قسم کھالے کہ میں نے یہ

کام نہیں کیا ہے تو ایسی قسم کھانا سخت گناہ دنیا وآخرت میں عذاب کا سبب ہے۔ایسی قسم پر کفّارہ واجب نہیں ہوتا البتہ توبہ واستغفار لازم ہے ایسی قسم کی وجہ سے اگر کسی کا کوئی حق مال مارا ہے تو اس کا اپنے حقدار کو حق واپس کرنا ضروری ہے۔

(۳) یمینِ منعقدہ: مستقبل میں کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھانے کو یمینِ منعقدہ کہتے ہیں۔

یمینِ منعقدہ کے احکام!

یمین منعقدہ کے احکام یہ ہیں:

(۱) کفّارہ صرف یمینِ منعقدہ کی صورت میں واجب ہوتا ہے اور کفّارہ بھی تب واجب ہوتا ہے جب آدمی اپنی قسم کی خلاف ورزی کرے مثلاً کوئی کہے کہ ’’اللہ تعالیٰ کی قسم میں کل فلاں کام کروں گا۔‘‘

کل کے دن اگر اس نے وہ کام کیا تو اس پر کوئی کفّارہ نہیں البتہ اگر کل کے دن اس نے وہ کام نہیں کیا تو اس پر قسم کا کفّارہ واجب ہوجائے گا۔

(۲) اگر کوئی قسم کھا کر متصل ’’ان شاء اللہ‘‘ کا لفظ کہہ دے مثلاً کوئی قسم کھائے کہ اللہ کی قسم! میں فلاں کام ان شاء اللہ کروں گا یا یوں کہے کہ اللہ کی قسم میں فلاں کام کروں گا ان شاء اللہ تو یہ قسم نہ ہوئی اور اس کے توڑنے پر کوئی کفّارہ واجب نہیں۔[1]

(۳) کسی دوسرے کی قسم دلانے سے قسم نہیں ہوتی جیسے کوئی تم سے کہے کہ تمہیں اللہ کی قسم یہ کام نہ کرو اس کے خلاف کرنے میں دونوں میں سے کسی پر بھی کفّارہ نہیں ہے۔

(۴) کسی نے گناہ کے کام کرنے پر قسم کھالی تو یہ قسم صحیح ہوجاتی ہے مثلاً یہ قسم کھالے کہ آج فلاں چیز چوری کروں گا یا کہے کہ اللہ کی قسم! آج نماز نہیں پڑھوں گا یا قسم کھائے کہ والدین کی نافرمانی کروں گا وغیرہ لیکن اس قسم کو توڑنا اور توڑنے کے بعد کفّارہ دینا دونوں واجب ہیں، البتہ بعض صورتوں میں قسم توڑنا واجب تو نہیں لیکن بہتر ہوتا ہے مثلاً کوئی یہ کہے کہ خدا کی قسم فلاں مسلمان سے بات نہیں کروں گا تو اس قسم کا توڑنا بہتر ہے۔

---

[1] وقال الذی یرجع الیٰ نفس الرکن فخلوہ عن الاستثناء نحوان یقول ان شاء اللّٰہ تعالیٰ او الاّ ان یشآء اللّٰہ أو ماشاء اللّٰہ ......فان قال شیئاً من ذالك موصولاً لم تنعقدالیمین وان کان مفصولاً انعقدت.(بدائع الصنائع: ص۱۵ ج۳) وصل بحلفه ان شاء اللّٰہ بطل یمینه۔(الدّرالمختار: ص۷۱تا ۷۲ج۳)

(۵) اگر کسی فعل کے نہ کرنے کی قسم کھائی پھر عمر بھر میں ایک دفعہ وہ کام کیا تو قسم ٹوٹ کر کفارہ لازم ہوگا، اور اگر کسی کے کام کرنے کی قسم کھائی تو جب تک زندہ ہے قسم برقرار رہے گی اور مرتے وقت تک وہ کام نہ کرے تو قسم ٹوٹ جائے گی ایسے شخص پر واجب ہے کہ وہ اپنے مال میں کفارہ کی ادائیگی کی وصیت کر جائے بشرطیکہ ان دونوں (کرنے یا نہ کرنے کی) صورتوں میں کوئی تخصیص نہ کی ہو اور نہ کسی وقت کو متعین کیا ہو۔

مثلاً کسی نے کہا کہ خدا کی قسم میں کبوتر کا گوشت نہیں کھاؤں گا تو عمر بھر میں ایک دفعہ بھی اگر کبوتر کا گوشت کھالیا تو قسم ٹوٹ جائے گی اور اگر کرنے کے بارے میں قسم کھا کر یوں کہہ دیا کہ خدا کی قسم میں کھجور کھاؤں گا اور مرتے دم تک اس نے کھجور نہیں کھائی تو اب حانث ہو کر کفّارۂ قسم کی وصیت کرے گا، اور اگر کسی خاص چیز کی تخصیص کی ہو مثلاً کسی کو کھجور پیش کی گئی اور اس نے قسم کھائی کہ یہ کھجور نہیں کھاؤں گا تو ان کھجوروں کے علاوہ کوئی کھجور کھانے سے قسم نہیں ٹوٹے گی اسی طرح اگر خاص مدت کی قید لگا دی مثلاً یوں کہہ دیا کہ اللہ کی قسم! ایک ماہ کے اندر اندر کھجور کھاؤں گا تو ایک ماہ کے اندر اندر نہ کھایا تو حانث ہو کر کفّارہ دینا ہوگا۔[1]

---

۱ ۔اماالیمین التی تکفر فھی الیمین علی أمر فی المستقبل وھی أنواع: اماأن یعقد علی ماھومتصور الوجود عادۃ أو علی ماھومستحیل غیر متصورالوجود أصلا أوعلی ماھوالمتصور الوجود فی نفسہ لکن لایوجد علی مجری العادۃ وھذا جملۃ قد تکون فی الاثبات مطلقاً بأن قال "واللّٰہ لآکلن ھذا الرغیف" أو لآتین البصرۃ فمادام الحالف والمحلوف علیہ قائمین فھو علی یمینہ لتصورالبر وھوالفعل مرۃ فی العمر فاذا ھلک احدھما صارتارکاً للبر فیحنث فی یمینہ وان کان فی النفی مطلقاً بأن قال "واللّٰہ لاآکل ھذا الرغیف" أو "لا أدخل ھذالدار" فان فعل مرۃ حنث لأنہ فات البر......وأما الموقتۃ صریحاً فی الاثبات کقولہ " واللّٰہ لآکلن ھذاالرغیف الیوم" فان مضی الیوم وحالف المحلوف علیہ قائمان یحنث فی یمینہ لانہ فات البر لفوات وقتہ المعین ...... وأما اذا حلف علی النفی بأن قال " واللّٰہ لاآکلن ھذاالرغیف الیوم " فان مضی الیوم قبل الاکل برء فی یمینہ لانہ وجد ترک الأکل فی الیوم کلہ وان ھلک الحالف والمحلوف علیہ برء فی یمینہ ایضاً لان شرط البر عدم الأکل وقد تحقق ۔ (تحفۃ الفقھاء لعلاء الدین السّمرقندی: ص ۲۹۱ تا ۲۹۳ ج ۶)

الفاظِ قسم!

(۱) کسی بھی مخلوق کی قسم کھانا جائز نہیں جیسا کہ اس کا بیان پہلے گزر چکا ہے جب قسم کھانی ہو تو اللہ تعالیٰ کے نام یا اس کی کسی صفت پر قسم کھانی چاہیئے مثلاً یوں کہے کہ: اللہ کی قسم، قسم ہو اللہ پر ''واللہ!'' ''باللہ!'' وغیرہ یا یوں کہے کہ خدا کی قسم یا اللہ کی عزت وجلال کی قسم یا یوں کہا کہ ''اللہ گواہ ہے یا خدا گواہ ہے یا اللہ حاضر و ناظر'' ہے تو قسم ہو جائے گی۔

(۲) اگر خدا کا نام نہیں لیا فقط اتنا کہہ دیا کہ قسم کھاتا ہوں، قسم کے ساتھ کہتا ہوں، قسم ہے اسی طرح کے الفاظ سے بھی قسم صحیح ہو جاتی ہے اور اس کے خلاف کرنے سے کفّارہ واجب ہو جاتا ہے۔[۱]

(۳) دوسری زبانوں میں جو الفاظ اللہ تعالیٰ ہی کی ذات یا صفات کے لئے استعمال ہوتے ہیں جس میں کوئی مخلوق شریک نام نہ ہو تو ان سے بھی قسم کھائی جا سکتی ہے۔

مثلاً فارسی زبان میں اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے ''خدا'' کا لفظ استعمال ہوتا ہے اور ہماری زبان میں بھی ''خدا'' کا لفظ اللہ تعالیٰ کے ذات کے لئے مشہور اور مخصوص ہے، خدا کا لفظ اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کسی بھی مخلوق کے لئے استعمال نہیں ہوتا عام لوگ اللہ تعالیٰ کیلئے ''اللہ کا لفظ'' اور ''خدا کا لفظ'' دونوں استعمال کرتے ہیں۔

قسم کا کفّارہ!

قسم کے معاملہ میں نہایت محتاط رہنا چاہیئے کوئی قسم بلاضرورت یا خلافِ شرع نہ کھائی جائے اور اگر کوئی اپنی جائز قسم توڑے یا غیر شرعی قسم کو شریعت کے حکم سے توڑنے پر مجبور ہوا یا اس نے ایسی نذر مانی تھی کہ جس کا پورا کرنا درست نہیں یا مبہم نذر کی وجہ سے اس کے ذمہ قسم کا کفّارہ لازم ہوا تو اس کا کفّارہ ادا کرنا لازم ہے اور قسم کے کفّارہ کے بارے میں قرآن مجید کا ارشاد ہے:

۱ے وأما اذا ذكر القسم والخبر ولم يذكر المقسم به بأن قال "اشهد" أو أحلف " أو أقسم لأفعلن كذا" يكون يميناً عند علمائنا الثلاثة نوى أولم ينو، (تحفة الفقهاء لعلاء الدين السمرقندى (ص ۲۹۹ ج ۲)

﴿لَا یُؤَاخِذُکُمُ اللّٰہُ بِاللَّغْوِ فِیْٓ اَیْمَانِکُمْ وَ لٰکِنْ یُّؤَاخِذُکُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَیْمَانَ فَکَفَّارَتُہٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَۃِ مَسٰکِیْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَھْلِیْکُمْ اَوْ کِسْوَتُھُمْ اَوْ تَحْرِیْرُ رَقَبَۃٍ ط فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ ثَلٰثَۃِ اَیَّامٍ ط ذٰلِکَ کَفَّارَۃُ اَیْمَانِکُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ط وَاحْفَظُوْٓا اَیْمَانَکُمْ ط کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمْ اٰیٰتِہٖ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ﴾ (سورۂ مائدہ:۸۹)

’’اللہ تعالیٰ تمہاری لغو قسموں پر تم پر گرفت نہیں کرتا لیکن ان قسموں پر پکڑتا ہے جنہیں تم (آئندہ کسی بات پر) پختہ کر چکے ہوں تو (ایسی قسم توڑنے کا) کفّارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو درمیانی قسم کا کھانا کھلانا ہے جو تم اپنے اہل وعیال کو (عام حالات میں) کھلاتے ہو یا دس مسکینوں کو کپڑا پہنانا ہے یا گردن (یعنی غلام یا لونڈی کو) آزاد کرنا ہے۔ جو شخص (ان چیزوں میں سے کسی چیز کو) نہ پائے تو تین روزے رکھنے ہیں، یہ کفارہ ہے تمہاری قسموں کا جب تم قسم اٹھاؤ تو اپنی قسم کی حفاظت کرو اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اس طرح اپنی آیتوں (احکامات) کو بیان کرتا ہے تاکہ تم شکر کرو۔‘‘

مسکینوں کو اپنی حیثیت اور اپنے معیار کے مطابق کھلانا چاہیئے!

آیت کا مطلب اور مفہوم واضح ہے البتہ اس آیت میں یہ بتلایا گیا ہے کہ فقیروں کو جو کھانا کھلانا ہے وہ کفّارہ ادا کرنے والے کی حیثیت کے مطابق ہونا چاہیئے۔ اس کو مدنظر رکھ کر آج کل کے مالدار لوگ فقیروں کو کھانا کھلانے میں بخل سے کام لیتے ہیں وہ ان کو اپنی حیثیت کے مطابق نہیں بلکہ فقیروں کی حیثیت کے مطابق کھانا کھلاتے ہیں یا اس کی قیمت دی دیتے ہیں حالانکہ قرآن مجید میں پوری وضاحت کے ساتھ بیان ہوا ہے کہ دس مسکینوں کو اس معیار کا کھانا کھلائے جو وہ خود اپنے اہل وعیال کو عام حالات میں کھلاتا ہے اس پر مالدار اور صاحب ثروت لوگوں کو نظر رکھنی چاہیئے اگرچہ قانونی طور پر اس مقدار کی اناج یا اس کی قیمت سے کفّارہ ادا ہو جاتا ہے جو مقدار فقہاء نے اس کے لئے مقرر کیا ہے لیکن مالداروں کو چاہیئے کہ وہ اپنی حیثیت کے مطابق فقیروں کو کھانا کھلائیں یا اس کی بقدر اناج یا اس کی قیمت دی دیں۔

کفّارۂ قسم کے مسائل!

اس آیت کریمہ میں کفّارۂ قسم کی ادائیگی کی چار صورتیں بتلائی گئی ہیں یہاں ان صورتوں اور کفّارۂ قسم کے چند مسائل کو پڑھ لیجئے۔

(۱) دس مسکینوں کو دو وقت اپنی حیثیت اور اپنے آمدنی کے معیار کے مطابق اوسط درجے کا کھانا کھلانا اناج گندم یا اس کی قیمت دینا۔

(مساکین کو کھانا کھلانے کے متعلق جو تفصیل کفّارۂ رمضان میں گزری ہے وہی تفصیل اس میں بھی ہے۔)

(۲) یا دس مسکینوں کو کپڑا پہنانا۔ کپڑا پہنانے میں یہ ضروری ہے کہ کپڑا زیادہ پرانا نہ ہو اور کم از کم اتنا ہو جو ان کے جسم کے اکثر حصے کو چھپائے مثلاً فقیر مرد ہو تو اس کو لمبا کرتا یا چادر دینا جس سے وہ اپنے بدن کو چھپا سکے اور اگر فقیر عورت کو پہنانا ہو تو اتنا کپڑا ہونا چاہیئے جس سے اس کا جسم ڈھک جائے اور اس سے وہ نماز پڑھ سکے اگر عورت کو اس سے کم دیا جائے تو کفّارہ ادا نہ ہوگا[۱]

(۳) غلام یا لونڈی کو آزاد کرنا۔ کفّارہ کی یہ صورت اس دور میں عملاً نہیں رہی جیسا کہ اس کا بیان کفّارۂ رمضان میں گزر چکا ہے۔

(۴) مذکورہ تین چیزوں میں سے جس چیز سے بھی کفّارہ ادا کر سکے یا جس میں اپنے لئے آسانی

۱؎ وفی الدر المختار: اوکسوتهم بمايصلح للاوساط وينتفع به فوق ثلاثة اشهر و يستر عامة البدن فلم يجز السراويل: وفی ردالمحتار: قوله (وينتفع به فوق ثلاثة اشهر) لا نها اكثر نصف مدة الثوب الجديد كمافى الخلاصة فلا يشترط كونه جديداًوالظاهران لوكان جديداًرقيقاًلا يبقى هذه المدة لا يجزى قوله (ويستر عامة البدن) اى اكثره كالملأة أوالجبة اوالقميص اوالقباء: قهستانى :وهذا بيان لاد نا ه عندهما والمروى عن محمد ما تجوز فيه الصلوة و عليه فيجزيه دفع السراويل عنده للرجال لا للمرأة۔ قوله (فلم يجز السراويل) هو الصيح لان لا بسه يسمى عريا نا عرفا فلا بد على هذا ان يعطيه قيمصا اوجبة اور داء او قباء.......... ولا بد للمرأة من خمار مع الثو ب لان صلا تها لا تصح بدونه. (رد المحتار: ص٦١ ج ٣)

دیکھے اس چیز سے کفّارہ ادا کرنا درست ہے مثلاً کسی کے پاس اتنی وسعت ہے کہ وہ ان تینوں میں سے جس چیز سے چاہے کفّارہ ادا کرسکتا ہے تو اس کو اختیار ہے کہ جس چیز سے چاہے اپنا کفّارہ ادا کرے۔[۱]

(۵) کفّارہ کی ادائیگی کے وقت ان تین چیزوں میں سے کسی ایک پر بھی قدرت نہ ہوتو پھر لگا تار تین روزے رکھے۔[۲]

(۶) روزوں کے ذریعے کفّارہ ادا کرنے والا اگر تین روزے پورے کرنے سے پہلے پہلے غنی ہوگیا پھر بھی ازسرنو مالی کفّارہ یعنی مسکینوں کو کھانا کھلانا پڑے گا۔[۳]

(۷) مالی کفّارہ کی ادائیگی کے وجوب کے لیے شرط وہ غنا نہیں جس غنا کی وجہ سے زکوٰۃ یا قربانی واجب ہوجاتی ہے بلکہ اس سے مراد بقدرِ کفایت ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ کسی کے پاس ایک دن کے خرچے سے اتنی نقدی رقم یا گندم، اناج یا کپڑا زیادہ ہو جس سے وہ کفّارہ ادا کرسکتا ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ روزے کے بجائے اس سے کفّارہ ادا کرے کیونکہ قرآن مجید نے روزے سے کفّارہ کی

---

۱ ۔ ثم ان الواجب فی الکفارة واجب مخیر حالة الیسار (توفرالمقدرة المالیة) یعنی ان الموسر مخیربین احدامور ثلاثة اطعام عشره مساکین اوکسوتهم او اعتاق رقبة وهذا باجماع العلماء المستندالی صریح الآیة القرآنیه السابق ذکرها..........لان الله تعالیٰ عطف بعض هذه الخصائل علی بعض بحرف"او" وهو للتخییر ۔(المبسوط: ص۱۲۷ ج ۸ الفتاوی الهندیة: ص ۱۵۷ ج ۲ المغنی ص ۷۳٤ ج۸ کذافی الفقه الا سلامی وادلته: ج ۳)

۲ ۔ فی الدر المختار :(وان عجز عنها) کلها (وقت الا داء) عندنا..........(صام ثلاثة ایام ولاء) و یبطل بالحیض بخلاف کفارة الفطراهـ وفی رد المحتار : قوله (ولاء) بکسر الواو والمد ای متتا بعة لقرأة ابن مسعود وابّی فصیام ثلاثة ایام متتا بعات فجاز التقیید بهالا نها مشهورة فصارت کخبر المشهور و تمامه فی الز یلعی قوله (بخلاف کفارة الفطر) ای کفارة الا فطار فی رمضان فان مدتها لا تخلو غالباً عن الحیض............(رد المحتار:ص ٦١ تا ٦٢ ج۳)

۳ ۔ فی الدرالمختار (والشرط استمرار العجزالی الفراغ من الصوم فلو صام المعسریو مین ثم قبل فراغه ولوبساعة (ایسر) ولو بموت مورثه موسراً (لا یجو ز له الصوم) ویستأنف بالمال..............

(الدر المختار: ص٦٢ ج۳)

ادائیگی کو اس وقت جائز قرار دیا ہے جبکہ آدمی کے اندران تینوں چیزوں میں سے کسی بھی چیز سے کفّارہ ادا کرنے کی استطاعت نہ ہو ظاہر ہے کہ جس کے پاس بقدرِ کفایت سے زیادہ رقم یا اناج ہو تو وہ اس کی طاقت رکھتا ہے کہ اس زائد سامان سے اپنی قسم کا کفّارہ ادا کرے۔[۱] واللہ اعلم

(۸) کفّارہ کی ادائیگی قسم توڑنے کے بعد ہونی چاہیئے اگر کفّارہ پہلے ادا کیا اور قسم بعد میں توڑ دی تو قسم توڑنے سے پہلے جو کفّارہ دیا ہے وہ صحیح نہ ہوا قسم توڑنے کے بعد دوبارہ کفّارہ ادا کرنا ہوگا اور قسم توڑنے سے پہلے کفّارہ میں جو کچھ دیا ہے وہ ان سے واپس لینا جائز نہیں۔[۲]

نذر کا بیان!

کسی ایسی نیکی کو اپنے اوپر لازم کر لینا جو اس کے ذمہ شرعاً واجب نہ ہو اس کو اصطلاح میں نذر کہتے ہیں۔

---

۱ ے فی الشا میة : قوله (وان عجز ...) قال فی البحر : اشار الی انه لو کان عنده واحد من الاصناف الثلاثة لایجوز له الصوم وان کان محتا جا الیه ففی الخانية لا یجو ز الصوم لمن یملك ماهو منصوص علیه فی الکفّاره اویملك بدله فوق الکفاف والکفاف منزل یسکنه و ثوب یلبسه و یستر عورته و قوت یو مه الخ ولو له عبد یحتا جه للخدمة لا یجوز له الصوم ولو له مال و علیه دین مثله فان قضی دینه به کفر با لصوم وان صام قبل قضائه قیل یجوز و قیل لا...... (ردالمحتار: ص ٦١ تا٦٢ ج٣)وقال الز حیلی : فاذ ا عجز الا نسان عن کل واحد من الخصال الثلاثة المذ کورة لزمه صوم ثلاثة ایام ......والمرادبا لعجز انّ لا یقدر علی المال الذی یصر فه فی الکفارة کمن یجد کفایته فی یومه ولیلته و کفایة من تلز مه نفقته فقط و لا یجد ما یفضل عنها (مغنی المحتاج: ص ٧٦٨ ج ٤ الفتاوی الهندية: ص ٥٧ ج ٢ نهاية المحتاج للرملی :ص ٤٠ ج ٨ المهذب: ص ١٤١ ج ٢ الشرح الکبير:ص١٣٣ ج٢ الفقه الا سلامی: ص ٤٩٠ ج٣)

۲ ے فی الد ر المختار : ولم یجز التکفیر ولو بالمال خلافاً للشافعی قبل الحنث ولا یسترده من الفقیرلو قوعه صدقة:وفی الدرالمختار (ولم یجز التکفیر ولو بالمال خلافاً للشا فعی) لان الحنث هو السبب کمامر فلا یجوز الا بعد وجوده (رد المحتار: ص٦٢ ج ٣)وقال الزحیلی: وقال مالك و الشافعی الکفارة بعد الحنث افضل لمافیه من الخروج من الخلاف...........وقال ابو حنیفة لآ یجو ز تقدیم الکفارة علی الحنث مطلقاً ....وهذ اولی لان المسبب یکون عادةً بعد السبب (الفقه الا سلامی: ص٤٨٩ ج ٣)

نذر ایک قسم کا عہد ہے!

نذر درحقیقت خیر اور نیکی کا ایک عہد ہے اگر یہ عہد خلافِ شریعت نہ ہو تو اس کا پورا کرنا فرض ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ﴾

''اے ایمان والو! عقدوں (یعنی عہدوں) کو پورا کرو'' (مائدہ: ۱)

''عقود'' عقد کی جمع ہے جس کی لفظی معنی گرہ لگانے اور باندھنے کی ہے اس کا اطلاق اس پختہ وعدہ پر ہوتا ہے جو دو شخصوں کے درمیان طے پائے، خواہ عقد نکاح ہو یا لین دین کا کوئی عقد ہو یہاں اس سے مراد ہر قسم کے معاہدے ہیں خواہ وہ انسان اور اس کے خالق و مالک کے درمیان ہو، یا لوگوں کا آپس میں ایک دوسرے کے درمیان ہو اس میں اقرار و قسم، نذر، عقدِ نکاح، عقدِ شراکت، عقدِ مضاربت، بیع و شراء، ملک، قوم اور لوگوں کے باہمی عہد و پیمان اور وہ عہد و میثاق جو اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان ہوں سب داخل ہیں اور ان سب کو پورا کرنے کا ہمیں حکم ہے۔

عہد چھوٹا ہو یا بڑا اس کا پورا کرنا ضروری ہے!

خلاصہ یہ کہ نذر ایک قسم کا عہد ہے اور ہر عہد خواہ چھوٹا ہو یا بڑا اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کے ہاں باز پرس ہوگی اللہ تعالیٰ سچے نیکو کاروں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ ﴾

''اور جو اپنے عہدوں کو پورا کرنے والے ہیں''۔ (بقرہ: ۱۷۷)

اور ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿ وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا ﴾

''اور عہد کو پورا کرو بے شک عہد کی باز پرس ہوگی''۔ (سورۃ اسراء: ۳۴)

وعدہ اور عہد پورا نہ کرنا منافقوں کی عادت اور نفاق کی علامت ہے!

وعدہ اور عہد پورا نہ کرنا منافقین کا شیوہ اور نفاق کی علامت ہے۔

قرآن مجید میں منافقین کے بارے میں ارشاد ہے:

﴿وَ مِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ○ فَلَمَّآ اٰتٰهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّ هُمْ مُّعْرِضُوْنَ ○ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ○﴾

''اوران (منافقین) میں سے بعض لوگ وہ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا کہ اگر وہ ہمیں اپنے فضل سے (مال کی فراوانی) عطا فرمائے تو ہم ضرور صدقہ وخیرات کیا کریں گے اور ہم (اس مال کے ذریعے اللہ تعالیٰ اوراس کے بندوں کے حقوق پورا کریں گے) اور نیکو کاروں میں سے ہو جائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جب ان کو اپنے فضل سے (مال ودولت) عطا فرمایا تو اس میں وہ بخل کرنے لگے اور (اپنے عہد اور وعدے سے) منہ پھیرنے لگے اور وہ تو (عادتاً) روگردانی کرنے والے ہیں۔ تو (ان کی اس بدعہدی اور وعدہ خلافی کی عادت کا) نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں نفاق کو پختہ کر دیا جو (ان کے دلوں میں) اللہ تعالیٰ سے ملنے کے دن تک (قائم) رہے گا یہ (سزا ان کو) اس لئے (ملی) کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے جو وعدہ کیا تھا اسے پورا نہیں کیا اس لئے کہ وہ جھوٹ بولا کرتے تھے۔'' (سورۂ توبہ: ۷۵تا۷۷)

ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ بدعہدی، وعدۂ خلافی جھوٹ اور نفاق کا سرمایہ ہے اور ایسے خبیث جرائم ہیں کہ ان کی نحوست سے آدمی کا ضمیر اس طرح برباد ہو جاتا ہے کہ وہ بالآخر توبہ کی توفیق سے بھی محروم ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے۔ آمین

نذروں کو پورا کرنا جنتیوں کی صفت ہے!

نیکوکاروں اور جنتیوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

﴿يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَ يَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا﴾

''جو اپنی نذر کو پورا کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی شر (اور آفت) ہر طرف پھیلی ہوئی ہوگی''۔ (سورۂ دہر: ۷)

اس آیت کریمہ میں اہل جنت کے عظیم انعامات کا سبب نذروں کو پورا کرنا قرار دیا گیا ہے اس کی

وجہ یہ ہے کہ جو لوگ ان نذروں کے پورا کرنے کا اہتمام کرتے ہیں جو انہوں نے خود اپنے اوپر لازم کئے ہوں تو ان نیکیوں، واجبات اور فرائض کو تو زیادہ ہمت اور حسن وخوبی کے ساتھ ادا کریں گے جو ان کے خالق ومالک نے ان پر واجب کئے ہیں۔

نذرومنت عبادت ہے اور یہ اللہ تعالیٰ ہی کے لئے مانی جائے گی!

اوپر والی آیتوں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نذر کسی نیک کام اور عبادت کی مانی جاتی ہے مثلاً نوافل، نفلی روزے، نفلی صدقات ظاہر ہے کہ عبادت کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی بھی مخلوق خواہ فرشتہ ہو یا نبی خواہ وہ اللہ کا ولی ہو یا کوئی اور سب کی نذرومنت حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

﴿ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ اَوْنَذَرْ تُمْ مِّنْ نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ ط وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴾

''اور تم جو کسی قسم کا خرچ کرتے ہو (تھوڑا یا بہت پوشیدہ یا ظاہر نیک کاموں میں ہو یا بُرے کاموں میں) یا کوئی نذر مانتے ہو تو اللہ تعالیٰ یقیناً اس کو خوب جانتا ہے (اور وہ ہر کسی کو اپنے کئے کے موافق پورا پورا انعام یا سزا دے گا) ظالموں اور بے جا کام کرنے والوں کا (قیامت میں) کوئی مددگار نہ ہوگا۔'' (سورۂ بقرہ: ۲۷۰)

حضرت مریمؑ کے بطن سے جب حضرت عیسیٰؑ پیدا ہوئے اور ان کو کچھ تشویش ہوئی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو تسلی دی گئی اور اس میں یہ بھی فرمایا کہ جب آپ کسی آدمی کو دیکھیں تو ان سے کہا کریں کہ:

﴿ اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا ﴾

''میں نے رحمٰن کے لئے روزے کی نذر مانی ہے۔'' (سورۂ مریم: ۲۶)

خلاصہ یہ کہ نذر ایک عبادت ہے یہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے مانی جاتی ہے کسی بھی مخلوق کی نذرومنت ماننا ناجائز اور حرام ہے۔

کونسی نذر پوری کرنا ضروری ہے؟

نذر پوری کرنا ضروری ہے لیکن اس سے صرف وہ نذر مراد ہے جو نذر اللہ تعالیٰ کی عبادت اور نیکی کا کام ہو اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی نذر پوری کرنا جائز نہیں۔

نیز ایسی چیز میں بھی کوئی نذر نہیں جس کا آدمی مالک نہ ہو یا وہ کام انسان کے بس میں نہ ہو۔

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من نذر ان يطيع الله فليطعه ومن نذر ان يعصيه فلا يعصه.

''جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی نذر مانے تو وہ (اپنی نذر پوری کرلے اور) اطاعت کرے اور جو اس کی نافرمانی کی نذر مانے تو وہ (نذر پوری نہ کرے اور) نافرمانی نہ کرے۔'' (بخاری، مشکوۃ: باب النذور)

عبادت واطاعت کی نذر پوری کرنا واجب ہے!

تمام علمائے اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ عبادت واطاعت کی نذر پوری کرنا واجب ہے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی نذر پوری کرنا حرام اور ناجائز ہے۔ البتہ اس کے متعلق علماء کے اندر اس بات میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ ہر نیکی جس کا نیکی ہونا ثابت ہے اس کی نذر صحیح اور اس کا پورا کرنا لازم ہے یا کسی ایسی نیکی کی نذر جو عبادتِ مقصودہ یعنی براہ راست نیکی کا کام ہو بلکہ وہ نیکی کا کام ایسا بھی ہو جس کے جنس میں سے کوئی فرض ہو جیسا کہ نفلی نمازیں کہ جن کا اصل فرض نمازیں ہیں پہلا مسلک جمہور علمائے اسلام کا ہے اور دوسرا مشائخ احناف کا ہے اور اس کو حضرت امام ابوحنیفہؒ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔

عبادتِ مقصودہ اور اس کے اصل کا فرض یا واجب ہونے کے دلائل!

مشائخ احناف کی طرف سے عبادتِ مقصودہ اور اس کے اصل میں فرض یا واجب ہونے کے حق میں جو دلائل دیئے جاتے ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے۔

(۱) پہلا استدلال وہ ان احادیث سے کرتے ہیں جن میں فرمایا گیا ہے کہ:

لا نذر الا فيما يبتغى به وجه الله.

''نذر تو صرف اس چیز میں (صحیح) ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی ڈھونڈی جائے''۔

(احمد فتح الباری: ص ۵۱۰ ج ۱۱)

اس حدیث سے صراحت کے ساتھ یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ نذر صرف اس چیز کی صحیح ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہو۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی عبادت واطاعت ہی سے حاصل ہوتی ہے

اور کامل عبادت وہی ہے جو عبادتِ مقصودہ (یعنی براہ راست عبادت ہو) کسی دوسری عبادت کے لئے واسطہ نہ ہولہٰذا اس سے ثابت ہوا کہ نذر اس عبادت میں صحیح ہے جو عبادتِ مقصودہ ہو،لیکن اس پر یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ جب یہ بات معلوم ہوئی کہ نذر عبادت اور اطاعت ہی کی ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی ہر قسم کی عبادت سے خوش ہوتے ہیں اور اس کی وجہ سے آدمی اللہ تعالیٰ کا قرب بھی حاصل کرسکتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایفائے نذر کا حکم بھی دیا ہے جس میں ہر قسم کی اطاعت وعبادت داخل ہے۔ ایفائے نذر کے اس حکم سے ثابت شدہ کسی نیکی کو خارج کرنے کے لئے کسی واضح اور مضبوط دلیل کا لانا ضروری ہے۔

ابواسرائیل کے واقعہ سے استدلال!

(۲) دوسرا استدلال وہ ابواسرائیل کے واقعہ سے کرتے ہیں اس واقعے کا خلاصہ یہ ہے کہ!

نبی کریم ﷺ منبر پر خطبہ دے رہے تھے کہ آپ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا جو کہ سخت دھوپ میں کھڑے ہیں آپ ﷺ نے پوچھا کہ یہ کون ہیں اور کیسے کھڑے ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا کہ یہ ابواسرائیل ہے اس نے نذر مانی ہے کہ کھڑے رہیں گے بیٹھیں گے نہیں، نہ وہ سایہ کریں گے اور نہ روزہ رکھیں گے اور نہ وہ بولیں گے آپ ﷺ نے فرمایا:

مر وہ فلیتکلم ولیستظل و لیقعد ولیتم صومہ.

’’ان کو کہو کہ بات کیا کریں سایہ میں آئیں اور بیٹھیں البتہ روزہ پورا کریں‘‘۔ (بخاری، ابوداؤد)

اس حدیث سے عبادتِ مقصودہ پر استدلال اس طرح کیا جاتا ہے کہ اس حدیث میں روزے کی نذر پوری کرنے کا حکم فرمایا گیا ہے کیونکہ روزہ عبادتِ مقصودہ اور براہ راست عبادت ہے لیکن بات نہ کرنے ،کھڑے ہو کر نہ بیٹھنے، اور سایہ نہ کرنے کی نذر کو لغو قرار دیا گیا حالانکہ باتیں نہ کرنے، کھڑے رہنے، نہ بیٹھنے اور سایہ نہ کرنے میں مجاہدہ ہوتا ہے اور اس سے خواہشاتِ نفس کا قلع قمع ہوجاتا ہے لیکن چونکہ یہ براہ راست عبادت نہیں اس لئے شریعت نے ان چیزوں کی نذر کو صحیح نہیں بلکہ لغو قرار دیا۔

پہلے تو اس حدیث میں جن چیزوں کی نذر کو لغو قرار دیا گیا ہے اس کے بارے میں خود علمائے احناف یہ فرماتے ہیں کہ بولنے کا حکم اس لئے دیا گیا کہ بولنا بعض اوقات واجب ہوجاتا ہے مثلاً نماز میں

قرأت کرنا، سلام کا جواب دینا اور اس کا ترک کرنا گناہ ہے اور ہمیشہ کے لئے کھڑے رہنا اور سایہ میں نہ آنا یہ انسان کے بس سے باہر بلکہ عادتاً ناممکن ہے اس لئے بیٹھنے اور سائے میں آنے کا حکم دیا گیا (مرقاۃ المفاتیح: ص ۳۶ ۔ ۳۷ ج ۷، مظاہر حق: ج ۳، باب فی النذور)

ب: کھڑے رہنا، خاموش رہنا، بالکل نہ بولنا اور دھوپ و گرمی میں کھڑے رہنا کوئی نیکی نہیں بلکہ یہ محض نفس کو عذاب دینا ہے اور اس کو نیکی سمجھنا بلاشبہ شریعت کی نظر میں مذموم اور بدعت ہے خصوصاً جبکہ اس کی وجہ سے بندہ بہت سے فرائض، واجبات اور لوگوں کے حقوق کی ادائیگی سے محروم بھی ہوسکتا ہے۔ واللہ اعلم

بندے کو یہ اختیار نہیں کہ وہ ابتداً کسی چیز کو اپنے اوپر فرض یا واجب قرار دے نذر ایسی چیز کی ہونی چاہیئے جس کا اصل فرض ہو یا اس کے جنس میں سے کوئی فرض یا واجب ہو!

اس کے حق میں یہ دلیل پیش کی جاتی ہے کہ بندہ کو یہ اختیار نہیں کہ ابتداء (یعنی نئے سرے سے کسی چیز کو فرض یا واجب قرار دے) کیونکہ کسی چیز کا فرض یا واجب قرار دینا بندوں کا کام نہیں بلکہ بندوں کا کام اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل ہے۔ لہٰذا بندوں پر ان کی نذروں کی وجہ سے کوئی چیز واجب اور لازم نہیں ہوسکتی جن کا اصل یا جن میں سے کسی چیز کو اللہ تعالیٰ نے فرض قرار نہ دیا ہو۔ لہٰذا نذر اس نیکی کی لازم ہوگی جس کا اصل فرض یا واجب ہو اور اس فرض یا واجب کے کسی نفلی یا مستحب فرد اور جُزو کو آدمی اپنے اوپر لازم کردے جیسا کہ نفلی نماز یا نفلی روزے کو کوئی اپنے اوپر لازم کردے تو وہ اس کے ذمہ لازم ہوجائے گی۔

جس نذر کا اصل واجب نہ ہو وہ لازم نہیں ہوتی!

اس دلیل سے ایک جواب تو یہ دیا جاسکتا ہے کہ اگر یہ قاعدہ واقعی صحیح اور درست مانا جائے پھر تو ایسی نیکی کی نذر ماننا ہی معصیت اور گناہ ہے کیونکہ اس صورت میں بندہ شرک کا مرتکب ہوگا کہ اس نے شریعت کے حلال وحرام کا اختیار اپنے ہاتھ میں لے لیا حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں کہ ایسی نذر ماننے سے یا اس کے پورا کرنے سے کوئی بندہ گنہگار ہوجاتا ہے بلکہ اختلاف تو اس بات میں ہے کہ ایسی نذر پوری کرنا لازم ہے یا نہیں؟ دوسرا جواب اس سے یہ دیا جاسکتا ہے کہ قرآن وسنت سے جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوجائے گا اس کے برعکس معلوم ہوتا ہے۔ تیسرا جواب یہ دیا جاسکتا ہے کہ یہ

قاعدہ اور دلیل بعض نذروں میں ٹوٹ جاتے ہیں۔

اعتکاف کی نذر لازم ہے!

جیسا کہ اعتکاف کی نذر جو بالاتفاق لازم ہوتی ہے اور اس کا اصل فرض یا واجب نہیں اعتکاف کے اصل کو یا اس کے جنس میں سے فرض اور واجب کو ثابت کرنے کے لئے جو تاویلات کی جاتی ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے:

(۱) رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اعتکاف اگرچہ مستحب ہے یا سنت لیکن اس میں رکنے، ٹھہرنے اور وقوف کی معنیٰ پائے جاتے ہیں۔ حج میں وقوف عرفہ فرض ہے اور نماز میں پہلا قاعدہ واجب ہے اور آخری قاعدہ فرض ہے نیز اعتکاف میں بندہ اپنے آپ کو مسجد میں روکے رکھتا ہے اور نماز کا انتظار بھی اس میں شامل ہوتا ہے اور نماز کا انتظار نماز کے حکم میں ہے۔

اس سے یہ جواب دیا جاسکتا ہے کہ اگر ایسی بعید اور دور کی تاویلات کو اختیار کیا جائے تو پھر ہر نیک عمل کہیں نہ کہیں کسی فرض کے حکم میں شامل ہوسکتا ہے مثلاً اگر کوئی نذر مانے کہ میں کھڑے کھڑے یا التحیات کی شکل میں بیٹھ کر ایک ہزار بار ''سبحان اللہ'' پڑھوں گا تو اس کی نذر بھی لازم ہونی چاہیئے کیونکہ نماز کا آخری قعدہ بھی فرض ہے اور نماز میں قیام بھی فرض ہے۔

(۲) اعتکاف کے لئے دوسری تاویل یہ کی جاتی ہے کہ اعتکاف کے صحیح ہونے کے لئے روزہ شرط ہے اور روزے کا اصل رمضان کے روزوں کا فرض ہونا ہے اس لئے اعتکاف کی نذر صحیح ہے اس تاویل پر کئی قسم کے اعتراض کئے جاسکتے ہیں۔

پہلا اعتراض تو یہ ہے کہ اگر کوئی رمضان میں اعتکاف کی نذر مانے ظاہر ہے کہ رمضان کے روزے فرض ہیں اور نذر تو اس بات میں صحیح ہوتی ہے جو اس پر فرض نہ ہو۔ اور یہ سوال بھی پیدا ہوگا کہ اعتکاف کی نذر میں اصل اور متبوع اعتکاف ہے اور روزہ اس کا تابع اور اس کے لئے شرط ہے۔ اس سے بھی کوئی نہ کوئی جواب دیا جائے پھر بھی اس پر کئی سوالات اٹھ سکتے ہیں۔ مثلاً اعتکاف کے لئے روزہ کی شرط تسلیم نہیں بلکہ ائمہ کے نزدیک

اعتکاف بغیر روزے کے بھی درست ہے۔ ١ؔ

اگر اعتکاف کے لئے روزے کی شرط مان بھی لی جائے پھر بھی روزہ تو اعتکاف کا ہم جنس نہیں بلکہ روزہ اور اعتکاف دونوں مختلف جنس ہیں اگر کسی مستحب یا سنت یا نیکی کی نذر لازم ہونے کے لئے صرف اتنی شرط ہے کہ اس کی شرط اسلامی فرائض اور واجبات میں موجود ہوں پھر تو اس میں ہر نیک کام شامل ہو جائے گا خواہ وہ عبادت مقصودہ ہو یا نہ ہو، خواہ اس کی جنس میں واجب ہو یا نہ ہو، بہر حال نذر کی وجہ سے وہ لازم ہوگا کیونکہ عبادت اور نیکی کی قبولیت کے لئے ایمان اور اخلاص شرط ہے کوئی عبادت بھی ایمان کے بغیر صحیح نہیں ہوتی خواہ وہ عبادتِ مقصودہ ہو یا غیر مقصودہ اور ایمان و اخلاص اللہ تعالیٰ کی طرف سے واجب کردہ فرائض ہیں۔ ٢ؔ

---

١ ؎ دیکھئے فتح القدیر: ص ٣٩٤ تا ص ٣٩٨ ج ٢۔

قال:(الاعتكاف مستحب)وهو لبث فى المسجد مع الصوم ونية الاعتكاف) والصوم من شرطه عندناخلافاًللشافعى رحمة الله ......هو يقول ان الصوم عبادة وهو اصل بنفسه فلايكون شرط لغيره ولنا قوله عليه الصلاة واسلام "لااعتكاف الّابصوم" والقياس فى مقابلة النص المنقول غير مقبول ثم الصوم شرط والصحةالواجب منه رواية واحدة لصحة التطوّع فيما روى الحسن عن أبى حنيفة رحمة الله لظاهر مارويناوعلى هذالرواية لايكون الأقل يوم وفى واية الاصل وهوقول محمد رحمة الله اقله ساعة فيكون من غير صوم۔(هدايه مع شرحه فتح القدير :ص٣٩٤الى ص٣٩٨ج ٢) (مكتبة الرشيد يه سركى روڈ كوئٹه)

٢ ؎ مسئلة يشترط للوجوب بالنذر عند أبى حنيفة رحمة الله ان يكون من جنسه واجب بايجاب اللّه تعالىٰ وفى المنهاج للشافعى ان الصحيح عندالشافعى انعقاد بكل طاعة وان لم يكن من جنسه واجب بايجاب الله تعالىٰ كعيادة المريض وتشييع الجنازة والسلام قلت ويرد على قول ابى حنيفة ان الاعتكاف يجب بالنذر اجماعاً وليس من جنسه واجب بايجاب الله وكون الصوم شرطالاعتكاف ممنوع ولو سلمنا فكون بعض شرائط من جنس ماوجب بايجاب الله سبباًللزومه بنذر يقتضى لزوم كل قربة مقصودة وغيرمقصودة بالنذر اذا كل قربة مشروط على بالاسلام والاخلاص وهما فريضتان واجبتان بايجاب اللّه تعالىٰ. (تفسير مظهرى: سورة الحج: ص٢٨٥۔ ٢٨٦ ج ٦)

ہر نیک کام کی نذر لازم ہونے کے دلائل!

علمائے کرام ہر نیکی کی نذر کو لازم قرار دیتے ہیں ان کے دلائل یہ ہیں۔

قرآن مجید کی صریح آیتوں سے ایفائے نذر لازم ہے!

(۱) ہر نیکی کی نذر کی ایفاء قرآن مجید کی صریح آیتوں سے ثابت ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ ﴾

''اور اپنی نذریں پوری کریں'' (سورۂ حج:۲۹)

ایک دوسری جگہ نیکو کاروں اور جنتیوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے قرآن مجید کا ارشاد ہے۔

﴿ يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا ﴾

''جو اپنی نذر کو پورا کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی شر و آفت ہر طرف پھیلی ہوئی ہوگی۔'' (سورۂ دھر:۷)

(۲) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من نذر ان يطيع الله فليطعه و من نذر ان يعصيه فلا يعصه.

''جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی نذر مانے وہ اس کی اطاعت کرے اور جو اس کی نافرمانی کی نذر مانے تو وہ نافرمانی نہ کرے''۔ (بخاری، مشکوۃ)

(۳) حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

خير كم قرني ثم الذين يلو نهم ثم الذين يلو نهم ثم يجئ قوم ينذرون و لا يفون.

(الحديث)

''تم میں بہتر میرے زمانے کے لوگ ہیں پھر اس کے بعد کے لوگ پھر اس کے بعد آنے والے لوگ، پھر ایک قوم آئے گی جو نذریں مانے گی اور پوری نہیں کرے گی''۔ (بخاری: کتاب الایمان والنذور باب اثم من لا یفی بالنذر)

مذکورہ آیتوں اور حدیثوں سے یہ بات ثابت ہوئی کہ نذر پوری کرنا لازم ہے بعض آیتوں اور حدیثوں میں نذروں اور عہدوں کے پورا نہ کرنے والے کو منافق قرار دیا ہے، جیسا کہ اس کا بیان پہلے گزر چکا ہے۔ قرآن و حدیث میں نذر پورا کرنے کی جو تاکید اور نذر مان کر پورا نہ کرنے پر جو وعید اور مذمت بیان ہوئی ہے وہ عام ہے اور اس میں ہر قسم کی نیکی کی نذر شامل ہے اور جو لوگ معصیت کی نذر مانیں وہ حقیقت میں نذر رہی نہیں کیونکہ نذر تو بطورِ شکر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے مانی جاتی ہے۔ ظاہر ہے جو نذر نیکی اور اطاعت نہیں وہ درحقیقت نذر رہی نہیں بلکہ وہ نذر کی صورت میں یمین اور قسم بالکل لغو ہوتی ہے جیسا کہ اس کا بیان ان شاء اللہ آگے آنے والا ہے۔ اس پر یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ جو چیز خود نیکی نہیں ہے بلکہ کسی دوسری نیکی کے لئے سبب اور واسطہ بن جاتا ہے ایسی نذر پوری کرنے سے خود نبی کریم ﷺ نے روکا ہے جیسا کہ ابو اسرائیل کے واقعے میں آپ ﷺ نے ابو اسرائیل کو بولنے، بیٹھنے اور سایہ میں ہونے کا حکم فرمایا اور اس کو کھڑا رہنے، نہ بولنے اور سایہ حاصل نہ کرنے کی نذر پوری کرنے سے روک لیا حالانکہ کھڑا رہنا، نہ بولنا اور سایہ میں نہ آنا مجاہدۂ ہے اور مجاہدہ نفس کی اصلاح اور تزکیہ کے لئے ضروری ہے اصلاحِ نفس اور تزکیہ شریعت میں مطلوب ہے اور لازم ہے۔

طاعت اور عبادت سے مباحات مراد نہیں!

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ طاعت اور نیکی سے مراد مباحات نہیں جو کسی نیکی اور عبادت کے لئے دور کا واسطہ بن جاتے ہیں یا صرف اچھی نیت کی وجہ سے نیکی بنتے ہیں اگر ایسے مباحات کی نذر کو نذر مانا جائے اور اس کے پورا کرنے کو لازم قرار دیا جائے تو اس سے نذر کا فائدہ اور اہمیت ہی ختم ہو جائے گی پھر تو کھانے، پینے سونے، سیر و سیاحت، جائز کھیل اور تمام مباحات کی نذر ماننی اہم ہو جائے گی کیونکہ کھانا پینا، سونا یہ چیزیں انسان کی بقاء اور اس میں قوت وغیرہ کے اسباب ہیں اور آدمی اسی قوت و طاقت اور صحت کے ذریعے نماز پڑھتا ہے، روزے رکھتا ہے، حج ادا کرتا ہے اور اس کے ذریعے وہ بڑی بڑی نیکیاں بھی سرانجام دیتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ ابو اسرائیل کی نذر میں جو قیام تھا ان کا تعلق ایسے مباحات سے ہے بلکہ وہ محض بلاوجہ

نفس کو مشقت میں ڈالنا اور نفس کی حق تلفی تھی اس لئے نبی کریم ﷺ نے اس سے روکا۔

طاعت ونیکی سے مراد یہاں وہ نیکی ہے جسے شریعت نے نیکی قرار دیا ہو!

بلاشبہ جن حدیثوں میں طاعت کی نذر پوری کرنے کی تاکید فرمائی گئی ہے اس سے مراد وہی طاعت اور نیکی ہے جس کی طاعت اور نیکی ہونا شریعت میں ثابت ہو اور جس پر ثواب اور انعام کا وعدہ ہو جیسا کہ ہر نماز کے لئے نیا وضو کرنا اور مریضوں کی عیادت کی فضیلت اور ان کا ثواب وانعام قرآن وسنت سے ثابت ہے۔

پیدل حج کرنے کی نذر پوری کرنا واجب ہے!

غور کیجئے! جو شخص پیدل حج کرنے کی نذر مانے تو اس پر بالاتفاق اس نذر کا پورا کرنا واجب ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ پیدل حج کرنے کی فضیلت اور ثواب وانعام حدیثوں سے ثابت ہے[۱]۔

اس کے برعکس روزے کی حالت میں کھڑا رہنے، سائے میں نہ آنے، بالکل باتیں نہ کرنے کی کوئی فضیلت شریعت میں ثابت نہیں اس لئے اس میں ایفائے نذر لازم نہیں۔ واللہ اعلم

عبادت مقصودہ اور اس کی جنس میں واجب ہونے کی شرط لگانے کی وجہ سے نذر سے بڑی بڑی نیکیاں اور طاعات خارج ہو جاتی ہیں!

پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ نذر کے وجوب کے لیے عبادتِ مقصودہ اور اس کے جنس میں واجب ہونے کی شرط کی وجہ سے نذر سے بڑی بڑی نیکیاں اور طاعات خارج ہو جاتی ہیں۔

مثلاً کسی نے نذر مانی کہ میں مسجد بنادوں گا یا یہ کہا کہ اگر مجھے اللہ تعالیٰ نے بیٹا دی دیا تو ضرورت کی جگہ مسجد بناؤں گا یا پل بنادوں گا یا مسافروں کے لئے مسافر خانہ بناؤں گا یا مریضوں کا مفت علاج کروں گا یا ہسپتال بناؤں گا یا پانی کی سبیل بناؤں گا وغیرہ وغیرہ۔

اب ایسی نذر ماننے والے کو یہ کہنا کہ تم پر اسی نذر کا پورا کرنا لازم نہیں بلاشبہ ایفائے نذر کے حکم میں

---

۱ ۔ قال العلامة و هبة الز حیلی : ولو قال للّٰہ علی ان احج ماشیاً یلز مہ الحج ماشیاً باتفاق الفقھاء لا نہ التزام المشی و فیہ زیادۃ قربۃ قال علیہ السلام: من حج ما شیاً فلہ بکل خطوۃ حسنۃ من حسنات الحرم قیل : وماحسنات الحرم ؟ قال النبی ﷺ واحدۃ بسبعما ئۃ .... (الفقہ الا سلامی واد لتہ: ص ۴۷۲ ج ۳)

کوتاہی معلوم ہوتی ہے اس لئے اس مسئلہ میں احتیاط جمہور کے مسلک میں ہے کہ ہر قسم کی طاعت وعبادت جس کی طاعت،عبادت اور نیکی ہونا قرآن وسنت سے ثابت ہے اس کی نذر صحیح اور اس نذر کا ایفاء لازم ہے۔

کیا عبادتِ مقصودہ اور من جنسہ واجب ہونے کی شرط حضرت امام ابو حنیفہؒ نے مقرر فرمائی ہے؟

ہمارے یہاں جو کتابیں موجود ہیں ان کے مطالعے سے مجھے عبادتِ مقصودہ اور من جنسہ واجب ہونے کے بارے میں یہ تردّد پیدا ہوا کہ شاید یہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کا اپنا قول نہ ہو بلکہ بعد کے کسی فقیہ نے اس قاعدہ کو بنالیا ہو اس کے متعلق کتب فقہ کی چند عبارتوں کو پڑھ لیجئے:

(۱)علامہ ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نذرِ اطاعت کے لیے اگر کوئی اصل وجوب میں موجود نہ ہو پھر بھی تمام علماء کے نزدیک اس کا پورا کرنا لازم ہے اور (امام) ابوحنیفہ (رحمتہ اللہ علیہ) سے حکایت کی گئی ہے کہ ایسی نذر کی وفاء لازم نہیں۔[۱] (المغنی:ص۶۲۳ ج ۱۳)

علامہ ابن قدامہؒ کی یہ عبارت ''امام ابوحنیفہؒ سے حکایت کی گئی ہے'' سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہ قول کسی باوثوق ذرائع سے نہیں ملا تھا۔

(۲)جن علماء نے مغنی پر تحقیق کی ہے اور اس پر حاشیہ چڑھایا ہے وہ لکھتے ہیں کہ ہم کو یہ حکایت اور یہ قول (ظاہر روایات کے) تمام اصول کی کتابوں میں (سے کسی کتاب میں) نہیں ملا۔[۲] (حاشیہ مغنی:ص۶۲۳ ج ۱۳)

بندہ نے کوشش کی لیکن مجھے بھی ظاہر روایات کے کسی اصل کتاب میں یہ بات نہیں ملی کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا ہو کہ نذرِ اطاعت کے وجوب اور لزوم کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ عبادتِ مقصودہ ہو اور اس کے جنس میں سے کوئی فرض یا واجب ہو۔

(۳)امام کاسانی حنفی رحمہ اللہ اس قاعدہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ ہمارے مشائخ میں سے کسی نے نذر کے لئے یہ اصل (یعنی قاعدہ) ٹھہرایا ہے کہ جس عبادت کی اصل فرض ہو اسی کی نذر صحیح ہے۔[۳]

۱ے النوع الثالث نذر الا طاعة لا اصل لهافى الو جوب كالا عتكاف و عيادة المريض فيلزم الو فاء به عند عامة اهل العلم وحكى عن ابى حنيفة ان لا يلز مه الو فاء به (المغنى: ص ٦٢٣ ج ١٣)

۲ے ولم نجد هافى الا صول جميعها (حاشية المغنى :ص ٦٢٣ ج ١٣)

۳ے ومن مشائحنا من اصّل فى هذا اصلا فقال ماله اصل فى الفروض يصح النذر به ا ھ (بدائع الصنا ئع: ٨٣ ج ٥)

(بدائع الصنائع: ص۸۳ ج ۵) علامہ کاسانیؒ نے اس قاعدہ کی نسبت حضرت امام ابوحنیفہؒ یا صاحبین کی طرف نہیں کی بلکہ صرف یہ بتلایا کہ ہمارے مشائخ میں سے کسی نے اس اصول کو مقرر کیا ہے۔

(۴) امام داؤد بن یوسفؒ جامع الاصول کے حوالے سے لکھتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ نذر کے صحیح ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہو اور مانی ہوئی نذر کوئی ایسی چیز ہو جس کے جنس میں واجب ہو، یہی مشہور ہے (امام) ابوحنیفہؒ اور (امام) ابو یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ سے منقول ہے کہ ایسی نذر صحیح ہے۔[1] (فتاوی غیاثیہ: ص۵۵)

(۵) علامہ عالم بن العلاء انصاری دہلوی رحمہ اللہ نے بھی خلاصہ سے یہی بات نقل فرمائی ہے کہ ایسی چیز کی نذر ماننا جس کے لئے اصل میں (فرض) نہ ہو جیسا کہ مریض کی عیادت اور اسی طرح کی دوسری چیزوں کی مشہور مذہب کے مطابق صحیح نہیں امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف سے منقول ہے کہ ایسی نذر صحیح ہے۔[2] (تاتارخانیہ: ص۳۰۳ ج ۲)

مذکورہ عبارتوں کے علاوہ فقہ کی کتابوں میں کچھ ایسی باتیں موجود ہیں جن کی وجہ سے یہ تردّد پیدا ہوا کہ اطاعت وعبادت کی نذر میں یہ اضافی قیود وشروط حضرت امام ابوحنیفہؒ نے نہیں لگائی ہیں بلکہ ان کے بعد کسی فقیہ نے نذر کے لئے یہ شرائط مقرر کی ہیں۔

---

۱ ے وفی جامع الا صول لا یصح النذر بعیادۃ المر یض و تشییع الجنازۃ و نحو ھما من العبادات التی لیس للہ تعالیٰ من جنسھا ایجاب ھذا ھو المشھور ور وی عن ابی حنیفہ وعن ابی یوسف رحمھما اللّٰہ انہ یصح لا ن شرط صحۃ النذر ان یکون المنذور بہ قربۃ و ھذا لان الا صل ان یکون الا نسان مکلفا بکل ما عبادۃ و قربۃ لا نہ خلق للعبادۃ لقولہ تعالیٰ و ما خلقت الجن والا نس الالیعبدون الا انا و ضعنا عنہ بعض العبادات نظراًلہ فاذا التزم علی نفسہ فقد ترک النظر لنفسہ فوجب ان یکلف لقضیۃ الا صل. (فتاویٰ الغیاثیۃ للا مام داؤد بن یوسف الخطیب: ص ۵۵)

۲ ے"السخستانی "اعلم ان النذر لا یصح الا بشر وط ثلاثۃ :احد ھا ان یکو ن الوا جب من جنسہ شر عاً والثانی ان یکون مقصو دا لا و سیلۃ ـــ۔وفی (الخلاصۃ) النذر بمالا اصل لہ کعیا دۃ المریض و ما اشبھہ لم یصح فی المشھور ور وی عن ابی حنیفہ وابی یوسف انہ یصح (الفتاوی التاتا رخانیۃ: ص ۳۰۳ ج۲ الفصل الحادی عشر فی النذور من کتاب الصوم)

معصیت اور گناہ کی نذر میں کفّارہ ہے یا نہیں؟

معصیت اور گناہ کی نذر میں علمائے اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ اس کا پورا کرنا لازم نہیں بلکہ حرام ہے البتہ ان کا اس میں اختلاف ہے کہ اگر کسی نے گناہ کی نذر مانی اور اپنے نذر کو پورا نہیں کیا تو اس پر اس کی وجہ سے کوئی کفّارہ بھی لازم آئے گا یا اس کی یہ نذر درست نہ ہونے کی وجہ سے بالکل لغو قرار دی جائے گی۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک یہ نذر بالکل لغو اور فضول ہے اس کی وجہ سے کسی قسم کا کفّارہ واجب نہیں ہوتا۔

امام احمدؒ کا ایک قول بھی اس طرح کا ہے لیکن ان کا دوسرا قول یہ ہے کہ نذرِ معصیت کی وجہ سے قسم کا کفّارہ لازم آتا ہے اور علمائے احناف کا مسلک بھی اس مسئلہ میں یہی معلوم ہوتا ہے کہ معصیت کی نذر ماننے سے قسم کا کفّارہ واجب ہوتا ہے۔

بعض فقہائے احناف کی عبارتوں سے بڑی غلط فہمی پیدا ہوتی ہے!

احناف کی بعض کتابوں میں اس مسئلہ کو ایسے انداز میں پیش کیا گیا ہے جس سے بڑی پیچیدگیاں اور غلط فہمیاں پیدا ہوگئیں بلکہ متبحر علماء میں سے بعض کو یہ اشکال بھی پیدا ہوا کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ سے اس مسئلہ میں متعدد قول منقول ہیں یا جن علماء نے نذرِ معصیت کی وجہ سے کفارہ کا حکم کیا ہے یہ صرف انہی کا اختیار کردہ مسئلہ ہے اور بعض علماء نے یہ خیال کیا ہے کہ فقہائے احناف کے نزدیک وہ نذر بذاتِ خود گناہ ہے مثلاً شراب پینا، ناحق قتل کرنا یہ تو بالکل لغو اور فضول ہے اور اس پر کسی قسم کا کفّارہ لازم نہیں اور جو نذر بذات خود گناہ نہیں بلکہ کارِ ثواب ہے مگر کسی وجہ سے معصیت بن گئی مثلاً کوئی عید کے دن روزہ رکھنے کی نذر مانے تو ایسی نذر منعقد ہوجاتی ہے۔

البتہ عید کے دن اس کا پورا کرنا گناہ ہے اور اس نذر کی وجہ سے ناذر یعنی نذر ماننے والے پر قضا یا کفّارہ واجب ہوتا ہے[1]۔

---

١ ؎ قال امام العصر الشیخ محمد انور الکشمیریؒ: واعلم ان الیمین فی المعصیة ینبغی ان لا ینعقد عن ائمتنا الثلاثة علی ما هو المحرر عندی لان لصحة النذر شرائط منها ان یکون من جنسه واجباً فاذا لم تنعقد فی المعصیة ینبغی أن لا تجب فیها الکفارة علی ماهو المشهور من شرائطها فی کتب الحنفیة الا ان الشیخ ابن الهمام نقل عن الطحاوی ان فیه الکفارة وان لزمه الحنث وکذا (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

احناف کے نزدیک نذرِ معصیت لعینہ میں کفّارہ واجب ہوتا ہے!

فقہائے احناف کی کتابوں کے مطالعہ سے بندہ کو جو کچھ معلوم ہوا وہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک نذرِ معصیت لعینہ میں کفّارہ واجب ہوجاتا ہے۔[۱]

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) و ضع محمد بأباو محمد فی مو طأه وصرح فیه ان من نذر بذبح ولده علیه ان یحنث ویذبح شاة فلا ادری هو مختار هما فقط او تعددت الر و ایا ت عن صاحب المذهب (فیض الباری: ص ۴۳۹ ج۴) وقال المحدث العلامة ظفر احمد العثمانی "فان المعصیة اما حرام لعینها کشر ب الخمرواکل الر با وقتل المسلم ....فالنذر بها باطل لا ینعقد۔۔۔واما حرام لغیرها کصوم یوم النحر وایام التشر یق ......فالنذر بها تنعقد ولا یجو ز ا لو فاء به بل علیه ان یحنث ویکفر وهی محمل قوله صلی الله علیه وسلم "لا نذرفی معصیة اللّه و کفار ته کفارة الیمین"۔۔۔ولو کا ن النذر لا ینعقد بمعصیة اصلا لم یکن لقوله ﷺ"و کفارته کفار ة الیمین بعد قوله "لا نذر فی معصیة اللّه "معنی فان وجوب الکفار ة یستلزم صحة النذر وانعقاده فحملناه علی النذربمعصیة وهی معصیة لغیر ها لا لذاتها....... (اعلاء السنن: ص ۲۲۶تا ص۲۲۸ ج ۱۱)

۱ ؎ کمافی کتاب الا صل :وان حلف علی معصیة بالنذر فعلیه فیه کفارة یمین الاتری ان الله عزوجل قدفر ض الکفار ۃ فی الظهار و قد جعله الله منکراً من القول وزوراً .... (کتاب الا صل المعروف بالمبسوط للا مام محمدؒ :ص ۱۹۰ ج۳) وفی جامع المسا نید ناقلًا عن الا مام ابی حنیفةؒ عن الشعبی قال سمعته یقول لانذر فی معصیة اللّه تعالیٰ ولا کفارة قال ابوحنیفةؒ:فقلت له أ لیس قدذکر فی الظهار وانهم لیقولون منکراً من القول وزوراً ..... (جامع المسانید للا مام الخوارز میؒ الباب الثالث والثلاثون فی الا یمان: ص ۲۵۵ ج۲) واخرج الا مام محمد حدیث عمران بن الحصین"لا نذر فی معصیة و کفارته کفارة یمین "وقال به نأخذ وهو قول ابی حنیفة رحمه اللّه تعالیٰ (کتاب الاثار للا مام محمدؒ: ص ۱۶۸) قال الا مام ابو جعفر الطحاوی :ومن نذر فقال للّه علی أن اقتل فلا نًاالیوم کان علیه الخ اذا مضی ذالک الیوم ولا یقتله کفارة یمین (مختصر الطحاوی: ص ۳۱۶) وفی المبسوط للسرخسیؒ: وان حلف علی معصیة بالنذر فعلیه کفارة یمین وقال الشعبی رحمه اللّه تعالیٰ لا شئ علیه لان المعاصی لا تلزم بالنذرو الکفارة وحکی ان ابا حنیفة رحمه اللّه .....الیس ان الظها ر معصیة و قدامر اللّه بالکفارة فتحیر الشعبی (المبسوط للسرخسی :ص ۱۴۲ ج۴) وقال الامام ابن الهمام ر حمه اللّه تعالیٰ: ان کان لایخلو شی من افراده عنها کا لنذر با لزنا(بقیہ اگلے صفحہ پر)

احناف معصیتِ لعینہ اور معصیتِ لغیرہ میں فرق کرتے ہیں!

احناف کی کتابوں میں یہ مسئلہ اس لئے بھی پیچیدہ ہوگیا ہے کہ وہ معصیت کو تقسیم کرتے ہیں: ایک قسم کی معصیت وہ ہے جو بذاتِ خود گناہ ہو مثلاً شراب پینا، ناحق قتل کرنا، زنا وغیرہ۔ اور معصیت کی دوسری

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) وبالسكر اذا قصد اليمين فينعقد للكفارة وهو محمل الحديث والافيلغو ضرورة انه لا فائدة وفى انعقاده و مقتضى الظاهران ينعقد مطلقاً للكفارة اذا تعذر الفعل وعليه مشى المشا ئخ قال الطحاوى رحمه الله : لو اضاف النذر الى سائر المعاصى كقوله لله على ان اقتل فلاناً كان يميناً ولذمته الكفارة بالحنث. (فتح القدير: كتاب الصوم فصل فيمايوجبه على نفسه: ص٢٩٩ ج٢) وقال الامام ابن نجيم رحمه اللّه : ولو نذر تكفين ميت لم يلزم لانه ليس بقربة مقصودة كا لوضوء مع تصريحهم هنا بصحة النذر بيوم النحر و لز ومه فعلم انهم ارادواباشتراط كونه ليس بمعصية كون المعصية باعتبار نفسه حتى لا ينفك شى من افراد الجنس عنها وحينيئذ لا يلزم لكنه ينعقد الكفارة حيث تعذر عليه الفعل ولهذا قالوا لو اضاف النذرالى سائر المعاصى كقوله"للّه على ان اقتل فلانا"كان يميناً لزمته الكفارة (البحر الرائق : كتاب الصوم فصل فى النذور: ص٥١٣ ج٢ مكتبه رشيديه كوئٹه) وفى الهندية: ان نذر بما هو معصية لا يصح فان فعله يلزمه الكفارة بالحنث (الفتاوى العالمگيرية: ص ٦٥ ج٢ كتاب الا يمان باب الكفارة) وفى ردالمحتار : والنذر عمل اللسان وشرط صحته ان لا يكون معصية كشرب الخمر..... (ردالمحتار : كتاب الصوم فصل العوارض) وقال الر افعى: قوله "وشرط صحته ان لا يكون معصية ...." لكن ينعقد يميناً مو جبا للكفارة بالحنث .... (تقرير ات الرافعى: ص١٥٣ ج١) وقال العلا مة بن عابدين: قال الطحاوى اذا اضاف النذر الى المعاصى كللّه على ان اقتل فلانا كان يميناً ولز مته الكفارة بالحنث ....(ردالمحتار : كتاب الا يمان :ص ٦٨ ج٣) وقال المحدث العلا مة الملا على القارى رحمه اللّه : فان نذر معصية اومباحا كدخول السوق لم ينعقد نذرولا كفارة عليه عندالشافعى وبه قال جمهورالعلماء وقال احمد وطائفة فيه كفارة يمين ومذهبنا مذهب احمد.........(مرقاة المفاتيح: ص٢٢ ج٧) وقال الدكتور وهبة الزحيلى:واماّاذانذرالانسان معصية مثل"للّه على ان اشرب الخمر"اواقتل فلانا"او"اضربه"او اشتمه"ونحوه فلا يجوزالو فاء به اجماعاً لقوله عليه السلام"لا نذرفى معصيةاللّه" وهل تجب الكفارة به؟قال الحنفية والحنابلة:يجب على ناذرالمعصية كفارةيمين لا فعل المعصية ....(الفقه الا سلامى: ص٤٨١ ج٣)

قسم خود تو گناہ نہیں بلکہ کارِثواب ہو مگر کسی دوسری وجہ سے اس میں معصیت کا عنصر شامل ہو جاتا ہے مثلاً نماز، روزہ عبادت و کارِثواب ہیں لیکن مکروہ اوقات میں نفلی نمازیں پڑھنا اور عید کے دن روزہ رکھنا مکروہ اور کارِگناہ ہے یہاں روزہ اور نماز کا معصیت ہونا اس لئے نہیں کہ یہ بذاتِ خود گناہ نہیں بلکہ ان میں کراہت اور گناہ کا عنصر مکروہ اوقات کی وجہ سے شامل ہونا گناہ ہے۔

احناف کے نزدیک معصیتِ لغیرہ کی نذر منعقد ہو جاتی ہے لیکن............!

احناف کے نزدیک معصیتِ لغیرہ کی نذر منعقد ہو جاتی ہے اور اس کو وفا اور پورا کرنا بھی ضروری ہے لیکن اس کا پورا کرنا مکروہ اوقات اور ایام میں درست نہیں بلکہ اس کو قضا کی صورت میں پورا کیا جائے گا مثلاً کسی نے یہ نذر مانی کہ میں عید کے دن روزہ رکھوں گا تو احناف کے نزدیک یہ نذر منعقد ہوگئی اور ایسی صورت میں کفارہ لازم نہیں بلکہ اس نذر کا پورا کرنا ضروری ہے البتہ وہ اس روزے کو عید کے دن نہیں بلکہ اس کے بعد کسی جائز وقت میں رکھ کر اپنی نذر کو پورا کرے اگر اس نے اس روزے کو عید کے دن رکھا تو اس کی نذر پھر بھی پوری ہوگئی لیکن وہ اس روزے کی وجہ سے گنہگار رہو گا۔

معصیتِ لغیرہ کی نذر میں اگر قسم کی نیت ہو تو پھر کفارہ لازم ہوگا!

جو معصیت بذاتِ خود گناہ نہیں لیکن کسی دوسری وجہ سے گناہ بن جاتی ہے جیسا کہ عید کے دن روزہ رکھنا مثلاً کوئی یہ کہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے لئے عید الفطر کا روزہ رکھوں گا اس نذر سے اگر اس کی نیت قسم کی ہو تو اس میں قسم کی نیت معتبر ہے اور اس کو چاہیئے کہ وہ اس دن کا روزہ نہ رکھے بلکہ عید کے بعد اس کا کفارہ ادا کرے۔

اور امام احمدؒ کے نزدیک اس کی نیت قسم کی ہو یا نہ ہو ایسی نذر کی وجہ سے بہرحال اس پر قسم کا کفارہ لازم ہوتا ہے[1]۔

---

[1] فی الهندية :واذاقال :"لله علی صوم یوم النحر "افطر وقضیٰ فهٰذا لنذر صحیح عندنا خلافاً لزفروالشافعی رحمهما الله ــ۔ولنا انه نذر بصوم مشروع والنهی لغیره وهو ترك اجابة دعوة الله تعالیٰ فیصح نذره لکنه یفطر احترازا عن المعصیة المجاورة تم یقضی اسقاطا للواجب ــ۔وان نو ی یمیناً فعلیه کفارة یمین اذاافطر.........(الهدایه: ج۱، کتاب الصوم فصل فیمایو جبه علی نفسه) (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

معصیتِ لعینہ کی نذر کفّارہ قسم کے لئے منعقد ہوتی ہے!

خلاصہ یہ کہ جو نذر بذاتِ خود گناہ ہو جیسا کہ ناحق قتل، شراب نوشی ایسی نذر حقیقت میں نذر نہیں بلکہ قسم ہی ہوتی ہے اگر چہ فتح القدیر کی عبارت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ معصیتِ لعینہ میں کفّارہ اس وقت لازم ہوتا ہے جبکہ اس میں قسم کی نیت کی جائے ورنہ ایسی نذر بالکل لغو ہو جاتی ہے فقہ حنفی کی دوسری کتابوں میں یہ مسئلہ صراحت کے ساتھ لکھا ہوا ہے کہ معصیتِ لذاتہ کی نذر بلا نیت قسم کے خود بخود قسم

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) وفی الکنز : ومن نذر صوم یوم النحر افطر وقضی وان نوی یمیناً قضی وکفر وفی البحر لا نہ نذر بصوم مشروع والنهی لغیره ۔۔۔فیصح نذره ۔۔۔واراد بقوله "افطر "علی وجه الوجوب خروجاً عن المعصیة (البحر الرائق: کتاب الصوم فصل فی النذر)

وفی حاشیة ابی السعود: قوله "قضی "فیه ایماء الی ان النذر صحیح اذالباطل لا یقضی ۔۔۔ قوله "وان نوی یمیناًقضی وکفر مع القضاء "وفیه ایماء الی ان الکفارة وحدها لا تجزی عن الفعل وهو الظاهر عن الامام وروی عنه انه رجع عنه قبل موته بسبعة ایام وقال انها تجزی عنه واختاره الشهید والسرخسی وبه یفتی (فتح المعین لمنلا مسکین المعروف بحاشیة ابی السعود کتاب الصوم فصل من نذر صوم یوم النحر)

وفی الدرالمختار : ولو نذر صوم الا یام المنهیة او صوم هذ السنة صح ۔۔۔ولکنه افطر الایام المنهیة وجوباً تحامیاعن المعصیة وقضاها ۔۔۔وان نوی الیمین وان لا یکون نذراًکان فی هذه الصورة یمیناً ....وعلیه کفارة یمین وان نواهماا ونوی الیمین بلا نفی النذر کان فی الصورتین نذراً ویمیناً حتی لوافطریجب القضاء للنذر و الکفارة للیمین عملا بعموم المجاز .(الدرالمختارفی حاشیة رد المحتار :ص ۱۲۴تا۱۲۵ ج۲) کتاب الصوم فصل العوارض)

وفی شرح الوقایة : نذر بصوم یومی العید وایام التشریق او بصوم السنة صح و افطر هذه الایام وقضاها ....وان نوی الیمین ونوی ان لا یکون نذراً کان یمیناً وعلیه کفارة یمین ان افطروان نواهما اونوی الیمین کان نذراً ویمیناً حتی لوافطریجب علیه القضاء للنذر والکفارة للیمین (شرح الوقایة جلد اول کتاب الصوم)

وقال الموفق الحنبلی : وان قال للّٰه علیَّ صوم یوم العید فهذا نذرمعصیة وعلٰی ناذره الکفارة لا غیرو نقلها حنبل عن احمد وفیه روایة اخری ان علیه القضاء مع الکفارة کالمسألة المذکورة والاولی هی الصحیحة لا ن هذا نذرمعصیة فلم یوجب قضاءً کسائر المعاصی ......(المغنی لابن قدامه: ۶۳۹ ج۲)

کے حکم میں داخل ہوجاتی ہے بلکہ فتح القدیر کی پوری عبارت پڑھنے سے بھی یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ احناف کا مسلک نذر معصیت لذاتہ میں یہی ہے کہ اس کی وجہ سے خودبخود کفّارۂ قسم لازم ہوجاتا ہے۔ اوﷲاعلم

دونوں قسم کی معصیت میں فرق ہے!

فقہائے کرام معصیتِ لعینہ اور معصیتِ لغیرہ کے حکم میں فرق کی وجہ یہ بتلاتے ہیں کہ معصیت لغیرہ

۱ ـ الامام ابن الهمام: "غيران الا نعقاد فيما نحن فيه يكون لا مرين للقضاء فيمااذاكان جنس المنذور ممايخلو بعض افراده عن المعصية كما نحن فيه فان الصوم وهو الجنس كذلك فيجب الفطر والقضاء فى يو م لا كراهة فيه وللكفارة. ان كان لايخلوشى من افراده عنها كالنذر بالزنا وبالسكر اذا قصدا ليمين فينعقد للكفارة وهو محمل الحديث والا فيلغوضرورة انه لا فائدة فى انعقاده ، ومقتضى الظاهر ان ينعقد مطلقا للكفارة اذا تعذر الفعل وعليه مشى المشائخ قال الطحاوى رحمه الله لو ا ضاف النذر الى سائر المعاصى كقوله على ان اقتل فلاناً كان يميناً ولزمته الكفارة بالحنث اه وانما لا يلزم اليمين بلفظ النذرالا بالنية فى نذر الطاعة كالحج وا لصلاة والصدقة على ماهو مقتضى الدليل فلا تجزى الكفارة عن الفعل وبه افتى السغدى ....وعن ابى حنيفةؒ انه رجع عنه قبل مو ته بسبعة ايام و قال فيه الكفارة ...وبه يفتى.... (فتح القدير: ج۲كتاب الصوم فصل فيما يو جبه على نفسه) وفى حاشية ابى السعو د وان لا يكو ن بمعصية كشر ب الخمر......لكن ينعقد للكفار ة بخلاف النذر باالطاعة حيث لا ينعقد للكفارة الابا لنية.....والحاصل ان النذر باالطاعة وبصوم يوم النحر و نحوه كا يام التشر يق انما ينعقد للكفارة با النيته على المفتى به بخلا ف النذر بنحو شر ب الخمر فانه ينعقد للكفارة مطلقاولوبدون النية (انظر فتح المعين: ج۱ص ۴۴۸ـ۴۴۹، فصل من نذر صوم يوم النحر من كتاب الصوم) وقال الا مام ابن نجيم رحمه الله: فعلم انهم ارادوا باشتراط كونه ليس بمعصية كون المعصية باعتبار نفسه حتى لا ينفك شى من افراد الجنس عنها وحينئذٍ لا يلزم لكنه ينعقد للكفارة.....بخلاف مااذا كان نذراً بطاعة كا الحج والصلاة والصدقة فان اليمين لا تلزم بنفس النذر الا با النية وهو الظاهر عن ابى حنيفة وبه يفتى (البحرالرائق: ص ۵۱۴ ج۱كتاب الصوم من نذر صوم يوم النحر) قال العلامة ابن عابدين رحمه الله :قال فى شرح الملتقى: والنذرعمل اللسان وشرط صحته ان لا يكون معصية كشر ب الخمر وقال الرافعى: قوله "وشر ط صحته ان لا يكون معصية الخ" لكن ينعقد يميناً مو جباً للكفارة بالحنث ولو فعل نفس المنذور عصى وانحل بخلاف النذربا لطاعة حيث لا يكون يميناً الا بالنية على ما عليه الفتوىٰ اه سندى "عن النهر ." (ردا لمحتار: ص۱۲۴ ج۲ كتاب الصوم) فصل العوارض وتقر يرات الرا فعى: ص ۱۵۳ ج۲البحر الرائق: ص ۵۱۴ ج۲)

چونکہ بذات خود گناہ نہیں بلکہ اصل میں عبادت ہی ہوتی ہے مثلاً نماز اور روزہ یہ دونوں عبادت اور ثواب کے کام ہیں لیکن اس میں گناہ کا عنصر مکروہ اوقات یا ایام کی وجہ سے شامل ہو کر معصیت بن جاتے ہیں اس لئے ایسی نذر صحیح ہو کر منعقد تو ہو جاتی ہے لیکن ایسی نذر میں معصیت کی پہلو سے اجتناب ضروری ہے اگر عید کے دن روزے کی نیت کی ہے تو اس کو عید کے بعد کسی دوسرے دن یہ روزہ رکھنا ہوگا جیسا کہ اس کا بیان پہلے گزر چکا ہے۔

اور جو کام بذات خود گناہ ہیں مثلاً ناحق قتل، شراب نوشی تو یہ ایسی معصیت ہے جس میں عبادت اور طاعت کا کوئی پہلو نہیں بلکہ سراسر معصیت ہے۔ نذر تو ایسی چیز کی مانی جاتی ہے جو عبادت اور نیکی کا کام ہو اس لئے ایسی نذر درست تو نہیں ہوتی لیکن چونکہ گناہ کی قسم درست ہو سکتی ہے اس لئے ایسی نذر خواہ قسم کی نیت سے ہو یا بغیر کسی نیت کے بہر حال یہ نذر قسم کے معنیٰ میں ہوگی۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ نذر اور قسم دونوں کے معنیٰ اور احکام قریب قریب ہیں اور یہ دونوں اللہ تعالیٰ کے نام ہی سے منعقد ہو جاتی ہیں جیسا کہ ان شاء اللہ اس کی تفصیل آگے آئے گی چونکہ معصیت لِعینہ میں طاعت کا کوئی پہلو نہیں ہوتا اور نذر تو طاعت و عبادت ہی کی ہو سکتی ہے اس لئے یہ نذر نہیں بلکہ قسم ہوا کرتی ہے۔

نذرِ معصیت میں کفّارہ سے متعلق قائلین اور مانعین کے دلائل!

جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ علمائے احناف کے نزدیک نذرِ معصیت درست نہیں البتہ ایسی نذر قسم کے حکم میں ہو کر اس میں کفّارہ واجب ہو جاتا ہے تو اب دونوں فریق کے دلائل پر بھی ایک نظر ڈال لیجئے۔

جو علمائے کرام نذرِ معصیت کی وجہ سے کفّارہ کو واجب نہیں قرار دیتے ان کے اہم دلائل یہ ہیں:

مانعینِ کفّارہ کی پہلی دلیل اور اس کا جواب!

قرآن مجید کی متعدد آیتوں، حدیثوں اور اجماع اُمت سے یہ بات اچھی طرح ثابت ہے کہ غیر اللہ کی نذر ماننا باطل اور حرام ہے مشرکین عرب بتوں اور معبودانِ باطل کی خوشنودی اور رضا جوئی کی خاطر

جونذریں اور منتیں مانتے تھے قرآن مجید اور سنت نے ان کی سخت مذمت اور تردید فرمائی۔[۱]

اور اس بات پر پوری امت کا اجماع ہے کہ غیر اللہ کی نذر و منت ماننا درست نہیں اور اس پر کوئی کفّارہ لازم نہیں۔[۲]

جب غیر اللہ کے نام نذر صحیح نہیں اور اس پر کوئی کفّارہ لازم نہیں تو کسی گناہ کی نذر ماننا اگر چہ اللہ تعالیٰ کے نام ہی کیوں نہ ہو اس پر کوئی کفارہ واجب نہیں ہونا چاہیئے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ غیر اللہ کے نام نذر اور گناہ کی نذر ماننے میں فرق ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی ایسا نہیں کہ اس کے نام کی نذر و منت مانی جائے بلکہ نذر صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے مانی جاتی ہے اور اس کا کفّارہ بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے نام کی عظمت اور حُرمت کی وجہ سے واجب ہوتا ہے جیسا کہ قسم غیر اللہ کے نام کھانا ناجائز ہے اور غیر اللہ کے نام قسم کھانے کی وجہ سے کوئی کفّارہ لازم نہیں آتا اس کے برعکس اللہ تعالیٰ کے نام کھائی ہوئی گناہ کی قسم پر کفّارہ واجب ہوتا ہے مثلاً کوئی یہ قسم کھائے کہ اللہ کی قسم میں نشہ کروں گا یا ناحق قتل کر دوں گا ایسی قسم کا پورا کرنا اگر چہ جائز نہیں لیکن ایسی قسم کھانے کی وجہ سے بالاتفاق کفّارہ لازم آتا ہے یہی حکم نذر کا بھی ہونا چاہیئے۔

مانعینِ کفّارہ کی دوسری اہم دلیل!

مانعینِ کفّارہ کی دوسری اہم دلیل وہ احادیث ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ معصیت کی نذر سرے سے درست اور منعقد ہی نہیں ہوتی ہے تو اس کی وجہ سے کفّارہ کیسے لازم ہوگا اور وہ احادیث یہ ہیں۔

(۱) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

۱؎ دیکھئے سورۂ مائدہ کی آیت نمبر۱۰۳ ”ماجعل الله من بحيرة ولا سائبة....“ اور سورۂ انعام کی آیت نمبر۱۳۶ ”وجعلوا لله مما ذرا من الحرث والا نعام .....“

۲؎ (قال الشافعی) اصل معقول قول عطاء فی هذا انه ذهب الیٰ انه لم يكن عليه قضاء ولا كفارة (قال الشافعی رحمه الله)وانما ابطل الله النذر فی البحيرة والسائية انها معصية ولم يذكر فی ذلك كفارة و بذلك جاء ت السنة ۔ (السنن الكبریٰ للبيهقی : ص ٦٨ ج ١٠)

من نذر ان يطيع الله فليطعه ومن نذر ان يعصيه فلا يعصه.

''جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی نذر مانے وہ تو (اپنی نذر پوری کر کے) اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی نذر مانے تو وہ (نذر پوری کر کے) اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرے''۔(بخاری: کتاب الایمان والنذور)

اس حدیث سے یہ بات تو اچھی طرح واضح ہوگئی کہ معصیت کی نذر پورا کرنا درست نہیں لیکن اس سے یہ بات ثابت نہیں ہوسکتی کہ ایسی نذر کی وجہ سے کفارہ بھی واجب نہ ہو بلکہ ایک روایت میں جیسا کہ آگے آئے گا۔اور اس میں یہ اضافہ بھی موجود ہے کہ ایسی نذر میں کفّارہ واجب ہوتا ہے۔

(۲) حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لا نذر في معصية ولا في مالا يملك العبد

''اللہ تعالیٰ کی معصیت میں نذر نہیں ہوتی اور اس چیز میں جس کا وہ مالک نہ ہو''۔(مسلم، مشکوۃ)

مانعینِ کفّارہ کی سب سے اہم دلیل ایک تو یہ حدیث ہے جس میں نذرِ معصیت کی سرے سے نفی کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں جب نذر صحیح ہی نہیں ہوئی تو اس کی وجہ سے کفّارہ کیسے لازم ہوگا؟ اور ان کی دوسری اہم دلیل وہ حدیثیں ہیں جن میں نبی کریم ﷺ نے تو نذر پورا کرنے سے روکا مگر کفّارہ کا حکم نہیں فرمایا! پہلی قسم کی حدیثوں سے یہ جواب دیا جاتا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ نذرِ معصیت کی وفاء جائز نہیں جیسا کہ امام مسلم نے خود حضرت حصینؓ ہی سے ایک روایت میں یہ الفاظ نقل کئے ہیں کہ:

لا وفاء لنذر في معصية

''اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی نذر پورا کرنا جائز نہیں''(مسلم: ص ۴۵ ج ۲ کتاب النذر)

اور حدیث کے یہ الفاظ صرف امام مسلم کی روایت میں ہی نہیں بلکہ یہ اضافہ دوسرے ائمہ حدیث حافظ امام عبدالرزاقؒ، امام احمدؒ اور بیہقی نے بھی نقل کیا ہے۔[1]

نیز حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور ابو ثعلبہ خشنیؓ نے بھی نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

---

۱ ـ (دیکھئے مصنف عبدالرزاق: جلد ۸، فتح الربانی: ص ۱۸۵ ج ۸، بیہقی: ص ۷۰ ج ۱۰)

لا وفاء لنذر فی معصیة

''معصیت کی نذر میں وفانہیں۔'' (یعنی معصیت کی نذر پوری کرنی جائز نہیں)

دوسری قسم کی حدیثیں جن میں بعض نذروں سے روکا ہے اس میں کفّارہ کا حکم موجود نہیں ان سے جواب دیا جاتا ہے کہ پہلے تو ان میں سے بعض صورتوں میں نبی کریم ﷺ نے صراحت کے ساتھ کفّارہ کا حکم دیا ہے مثلاً حضرت عقبہ بن عامرؓ کی بہن جس نے ننگے سر پیدل حج کرنے کی نذر مانی تھی آپ ﷺ نے اس کو دوپٹہ اوڑھنے کا حکم فرمایا اور ساتھ یہ بھی حکم دیا کہ تین روزے رکھے۔[1]

ظاہر ہے تین روزے قسم کا کفّارہ ہے اگر چہ ان میں سے بعض حدیثیں کفّارہ کے بارے میں خاموش ہیں لیکن اس طرح حدیثوں سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ نذرِ معصیت میں کفّارہ نہیں، کفّارہ کے عدم بیان سے عدم ثبوت لازم نہیں آتا خصوصاً جبکہ حدیثوں میں '' ''لا و فاء لنذر فی معصیة'' کے الفاظ یہ اشارے دے رہے ہیں کہ نذرِ معصیت کی وجہ سے وفاء کے بجائے دوسری چیز لازم ہوتی ہے اور بعض دوسری حدیثوں میں صراحت کے ساتھ اس چیز کا بیان آیا ہے کہ وہ چیز قسم کا کفّارہ ہے جیسا کہ ان شاءاللہ تعالیٰ اس کا بیان آگے آنے والا ہے۔

نذرِ معصیت میں وجوبِ کفّارہ کے قائلین کے دلائل!

جو حضرات نذرِ معصیت میں کفّارہ کے وجوب کے قائل ہیں ان کی ایک اہم دلیل یہ ہے کہ نذر اور قسم دونوں کے معنیٰ اور احکام قریب قریب ہیں اور دونوں اللہ تعالیٰ کے نام سے منعقد ہو جاتی ہیں بلکہ نذر ایک خاص اور سخت قسم کی یمین ہے جس طرح کوئی گناہ کا کام کرنے کی قسم کھائے مثلاً یوں کہے کہ اللہ کی قسم میں اپنے باپ سے بات نہیں کروں گا تو یہ قسم منعقد ہو جاتی ہے لیکن اس قسم کا پورا کرنا درست نہیں بلکہ قسم کھانے والے پر لازم ہے کہ وہ اپنے باپ کے ساتھ معروف طریقے سے حُسنِ سلوک اور بات چیت کرے اور قسم کا کفّارہ دے، اسی

١؎ وعن عبدالله بن مالك ان عتيبة ابن عامر سأل النبى صلى الله عليه وسلم عن اخت له نذرت ان تحج حافية غير مختمرة فقال مروها فلتخمر ولتركب ولتصم ثلاثة ايام (رواه ابو داؤد والتر مذى و النسائى وابن ماجه والدار مى كذافى مشكوة المصابيح :ص ٢٨ ج ٢ باب فى النذور من باب الا يمان والنذور)

طرح نذرِ معصیت میں بھی اس پر لازم ہے کہ وہ گناہ والی نذر کو تو پورا نہ کرے البتہ اس کا کفّارہ ادا کرے۔[۱]

اب رہی یہ بات کہ نذر، یمین کے قریب قریب ہے بلکہ بہت سے مواقع میں نذر، یمین کے معنیٰ میں ہوجاتی ہے کہاں سے ثابت ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ خود نبی کریم ﷺ کے ارشادات اور آپ ﷺ کے صحابہ کرامؓ سے ثابت ہے۔

حدیث میں بعض جگہ نذر کو یمین (یعنی قسم) قرار دیا گیا ہے!

حضرت عقبۃ بن عامرؓ کی بہن نے پیدل حج کرنے کی نذر مانی تھی اور اس میں پیدل حج کرنے کی طاقت نہیں تھی۔ جب اس مسئلہ کو نبی کریم ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

ان اللہ لا یصنع بشقاء اختک شیاً فلتر کب ولتحج و تکفر یمینھا.

''اللہ تعالیٰ تمہاری بہن کی مشقت کچھ نہ کرے گا وہ سوار ہو کر حج کرے اور اپنی قسم کا کفّارہ دے''۔ (احمد ابوداود)

اس حدیث میں نذر کو یمین یعنی قسم قرار دیا گیا اور کفّارہ کا حکم دیا گیا ہے حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

انما النذر یمین و کفار تھا کفارۃ الیمین.

''نذر، یمین (قسم) ہی ہے اور اس کا کفّارہ قسم کا کفّارہ ہے۔'' (احمد فتح الربانی: ص۱۹۲ ج۱۴)

صحابہ کرامؓ تابعینؒ اور تمام فقہائے اسلام نذر کو قسم یا سخت قسم کی قسم قرار دیتے ہیں۔[۲]

نذرِ معصیت میں کفّارۂ قسم واجب ہوجاتا ہے!

مذکورہ بالا بحث سے یہ بات اچھی طرح معلوم ہوگئی کہ نذر یمین اور قسم کے مشابہ یا سخت قسم کی قسم ہے اور ان دونوں کے احکام قریب قریب ہیں اس لئے یہ بات قرآن وسنت سے زیادہ قریب ہے کہ جہاں

---

۱ ۔ قال الموفق و نذر المعصیة ان یقول لله علی ان اشرب الخمر اواقتل النفس المحرمة وما اشبهه فلایفعل ذلک ویکفر کفارة یمین لان النذر کا الیمین ....(المغنی: ص ٦٢٢ ج ١٣)

٢ ۔ قال السا عاتی : رجا له رجال الصحیح وقال سمی النذر یمینا لکو نه عقد ۃ الله تعالیٰ بالتزام شئ والحالف عقد یمینه باللّٰه تعالیٰ ملتز ما لشئ فاشبه احد هما الا خرمن هذه الجهة. (فتح الربانی :ص ١٨٨ ج ١)

قسم کا انعقاد تو صحیح ہوسکتا ہے لیکن نذر درست نہیں ہوسکتی وہاں نذر قسم کے حکم میں ہوگی حدیثوں اور صحابہ کرامؓ کے اقوال جن میں نذر کو قسم ہی قرار دیا گیا ہے ایسی نذر پر محمول ہیں جہاں نذر کے بجائے قسم درست ہوسکتی ہے۔ل

نذرِ معصیت میں کفّارہ کے متعلق احادیث!

جو علمائے کرام معصیت کی نذر میں کفّارہ کے وجوب کے قائل ہیں وہ اس کے حق میں کچھ

---

١ ۔عن سعيد بن المسيب ان اخوين من الا نصار كان بينهما ميراث فسأل احد هما صاحبه القسمة فقال ان عدت تسألني القسمة فكل مالى فى رتاج الكعبة فقال له عمر ان الكعبة غنية عن مالك كفر عن يمينك و كلم اخاك فانى سمعت رسول الله ﷺ يقول لا يمين عليك ولا نذر فى معصية الر ب ولا فى قطعية الرحم ولا فيما لا يملك (رواه ابو داؤد) قال الطيبى رحمه الله: اى سمعت مايو دى معناه الى قولى لك لا يمين عليك يعنى لا يجب الو فاء بما نذر ت و سمى النذر يمينا لما يلزم منه مايلزم من اليمين ولا نذ ر فى معصية الر ب اى لا وفاء فى هذا النذر ولا فى قطعية الرحم وهو تخصيص بعدتعميم لمنا سبة المقام من منع الكلام مع اخيه فى تحصيل المرام.....(انظر مر قاة المصابيح على مشكوة المصابيح: ص٤٤ ج ٧ باب فى النذور)(٢) سعيد بن جبير عن ابن عمرانه سئل عن النذر فقال انه افضل الأيمان. (٣) ابن جر يج قال قلت لعطاء ماقول الناس على نذر لله قال هو يمين فان سمى نذره ذلك فهو ماسمى اه عن حماد عن ابراهيم قال ان قال على نذر اوقال على لله نذر فهى يمين. (٤) عن موسى المعلم عن جا بربن زيد قال : النذر يمين. (٥) عن ليث عن طاؤس قال النذريمين. (٦)عن الشعبى قال ان قوما يقولون النذر يمين مغلظة انما هى يمين يكفرها.(٧)عن مجاهد قال النذر يمين. (٨)عن عبدالله بن معقل قال النذ راليمين الغلظاء .(٩)وقال الحسن هى يمين يكفر ها. (١٠)عن سعيد بن جبير عن ابن عباس قال اذ ايسمها صاحبها فهى اغلظ الا يمان."(انظر المصنف لا مام و الحافظ الكبيرابى بكر عبدالرزاق : ج ٨ ص ٤٣٤ تا ص ٤٤٠ والمصنف للامام ابى بكربن ابى شيبة: ج ٧ ص ٥٢٣ تا ص ٥٢٦)

٣ ۔ واحتج بعض الحنابله بانه ثبت عن جماعة من الصحابة ولا يحفظ عن صحابى خلافه قال والقياس يقتضيه لان النذر يمين ومن حيث النظر هوعقدة لله تعالىٰ بالتزام شئ والحالف عقديمينه بالله ملتزما بشئ.(فتح البارى: ص ٥٩٥ ج ١١)

حدیثوں کوبھی پیش کرتے ہیں اوروہ احادیث یہ ہیں:

(۱)حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

كفارة النذر كفارة اليمين.

''نذر کا کفّارہ یمین ہی کا کفّارہ ہے''۔(مسلم،مشکوۃ)

یہاں نذر عام ہے خواہ نیکی کی نذر ہو یا گناہ کی ہرصورت میں کفّارہ ہے۔

(۲)ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من نذر ان يطيع الله فليطعه ومن نذر ان يعصيه فلا يعصه (بخاری) **وزادا لطحاوی فی هذا الوجه وليكفرعن يمينه.**

''جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی نذر مانے تو وہ (اپنی نذر پوری کرلے اور) اطاعت کرے اور جواس کی نافرمانی کی نذر مانے تو وہ (نذر پوری نہ کرے اور) نافرمانی نہ کرے.....اور وہ اپنی قسم (یعنی نذر جو قسم کے حکم میں ہے) کا کفّارہ ادا کرے۔''(تلخیص الخبیر:ص۴۲۶ ج۴)[۱]

(۳)حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ:

النذر نذران فمن كان نذر فى طاعة فذلك لِلّٰهِ فيه وفاء ومن كان نذر فى معصية فذالك للشيطان فلا وفاء فيه ويكفره مايكفر اليمين.

''نذریں دو ہیں تو جو شخص فرمانبرداری کی نذر مانے تو یہ نذر اللہ تعالیٰ (کی خوشنودی) کے لئے ہے اس کو پورا کرنا ہے اور جو گناہ کی نذر مانے تو یہ شیطان کے لئے ہے اس کا پورا کرنا جائز نہیں اور اس کا کفّارہ وہی ہے جو قسم کا کفّارہ ہے۔(نسائی،مشکوۃ)

اس طرح کی حدیث حضرت عدی بن حاتمؓ نے بھی رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے''۔ (الدارقطنی:ص۱۸۷ ج۴)[۲]

---

۱ ـ قال ابن القطان: عندی شك فی رفع هذه الزيادة (تلخيص الخبير ص ٤٢٦، ج٤)

۲ ـ فی اسناده محمدبن الفضل بن عطية بن عمروهوضعيف جداً(التعليق المغنی علی السنن الدار قطنی ص ١٨٧ ج ٤)

(۴) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لا نذر فی معصیة و کفارته کفارة الیمن.

''معصیت (کے کاموں) میں نذر نہیں اور اس کا کفّارہ قسم کا کفارہ ہے۔'' (ابوداوٗد، ترمذی، نسائی، مشکوٰۃ)

ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث عمران بن حصینؓ نے بھی نبی کریم ﷺ سے روایت کی ہے۔ (دیکھئے امام محمدؒ کی کتاب الاثار: ص ۱۶۸، ونسائی: باب کفارۃ النذور، مستدرک حاکم کتاب النذور)

ان حدیثوں میں صراحت سے ذکر ہوا ہے کہ نذرِ معصیت میں کفّارہ ہے اگرچہ ان حدیثوں کو بہت سے محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ لیکن بعض محدثین نے اس حدیث کو صحیح بھی بتلایا ہے۔[۱]

حضرت عائشہ صدیقہؓ کی اسی روایت کو امام احمدؒ نے دو طریقوں سے اپنی مسند میں نقل کیا ہے ایک طریقہ تو وہ ہے جس میں حضرت عائشہ صدیقہؓ اور امام زہریؒ کے درمیان ابوسلمہ واسطہ بنتا ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان سے امام زہریؒ کا سماع ثابت نہیں اور اس نے یہ حدیث سلیمان بن ارقم سے سنی ہے جو کہ متروک ہے لیکن دوسری روایت میں حضرت عائشہ صدیقہؓ اور امام زہریؒ کے درمیان عروہ ہے اور

۱؎ هذاالحديث بهذه الزيادة رواه النسائی والحاكم والبيهقی ومداره علی محمدبن الزبيرالحنظلی عن ابيه عن عمران بن حصين ومحمد ليس بالقوی واختلف عليه فيه۔۔۔۔وللحديث طرق اخری رواه ابوداؤد۔۔۔۔واسناده حسن فيه طلحة بن يحيیٰ وهومختلف فيه۔۔۔۔وقال النووی فی الروضة حديث لانذر فی معصية و كفارته كفارة اليمين ضعيف باتفاق المحدثين قلت قدصححه الطحاوی وابوعلی بن السكن فاين الا تفاق.(تلخيص الخبير:ص٤٢٧ تاص٤٢٩ ج٤)

وفی اعلاء السنن:قلت وقدصححه ايضاًعبدالحق فی الاحكام وابن قطان كمافی الجوهرالنقی.(اعلاء السن:ن ص٤٢٥ ج ١١)

قال السندی رحمه الله : نعم يضعفون حديث و كفارته كفارة اليمين و يقولون فی سنده سليمان ابن ارقم وهوضعيف وانت خيربان الحديث قد سبق عن عقبة بن عامر و سيجئ من عمران بن حصين وحديث عائشة فی بعض اسناده الزهری عن ابی سلمة وبعضها عن سليمان بن ارقم ان يحيیٰ ابن ابی كثيرحدثه انه سمع اباسلمة وهذلاختلاف يمكن دفعه باثبات الزهری مرة من سليمان عن يحيیٰ عن ابی سلمة ومرة عن ابی سلمة نفسه وعند ذلك لا قطع لضعفه سيما حديث عقبة وعمران يؤيدالثبوت والله تعالیٰ اعلم (حاشية النسائی: ص١٤٨ ج ٢)

عروہ سے امام زہریؒ کی سماع ثابت ہے اس سند کی رو سے اس حدیث میں وہ علّت باقی نہیں رہتی جس کی وجہ سے حُفَّاظِ حدیث اس حدیث کو معلول قرار دیتے ہیں۔[1]

(۵) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے صحیح سند کے ساتھ منقول ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

لا و فا ء لنذر فی معصیة الله و کفارته کفارة الیمین

''معصیت کی نذر میں وفا نہیں اور اس کا کفّارہ قسم کا کفّارہ ہے۔''[2]

(۶) حضرت عقبۃ بن عامرؓ نے نبی کریم ﷺ سے اپنی بہن کے بارے میں دریافت کیا جس نے یہ نذر مانی تھی کہ وہ ننگے پاؤں (پیدل) اور ننگے سر حج کرے گی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

مر و ها فلتختمر و لتر کب و لتصم ثلاثة ایام

''اس کو حکم کرو کہ وہ اپنے سر کو ڈھانپے، سوار ہو جائے، اور تین روزے رکھے۔[3] (ابوداود، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، دارمی، مشکوۃ)

---

۱ ـ و قال الساعاتی : و روایة اخری للامام احمد من طریقه الزهری عن ابی سلمة عن عائشة واعله الحافظ بان الزهری لم یسمع هذاالحدیث من ابی سلمة وانما سمعه من سلیمان بن ارقم و سلیمان متروك .....ومن الغریب ان الحافظ لم یات بروایة الامام احمد من طریق الز هر ی عن عروة عن عائشة والزهری ثابت سماعه من عروة فی الصحیحین وغیر هما و هذه الر وایة من اصح الروایات فکا ن الحافظ لم یطلع علیها۔۔۔ قلت وکان النووی رحمه الله لم یطلع ایضاً علی روایة الا مام احمد اللتی هی من اصح الروایات و الکمال للّٰه و حده قال الخطابی لو صح هذاالحدیث لکان القول به واجباً (قلت) صح الحدیث واحتجٰ به الامام احمد و اسحاق واللّٰه اعلم (الفتح الربانی: ص ۱۸۷ ج ۱٤)

(مصنف عبدالر زاق ص ٤۳۳ تاص ٤۳٤ ج ۸ مصنف ابن ابی شیبه ص ۵۱۸ ج ۷)

۲ ـ رواه عبدالرزق وسنده عبدالرزاق عن معمرعن زیدبن رفیع عن ابی عبید بن عبداللّٰه عن ابن مسعود واخرج ابن ابی شیبة هذاالطریق عن عبد الله بن مبارك ور جا لهما ثقات والحدیث موقوف لفظاً و مر فوع حکماً کما لا یخفی (مختار)

۳ ـ قال المظهر اما امر ایا ها با الا ختما ر والا ستتا ر فلان النذر لم ینعقد فیه لان ذلك معصیة و النساء مأ مورات باالاختمار والاستتار۔ قلت قد تقد م ان النذر ینعقد فی المعصیة لکن لا وفاء به ای ینبغی ان یحفظ هذا النذر بل یجب ان یحنث و یکفر و هذا هوالمذهب عندنا وهو الظاهر من الا حادیث اه (مر قاة المفا تیح :ص ٤٤ ج ۷)

بعض روایتوں میں ننگے پاؤں کے بجائے ننگے سر ہو کر پیدل حج کی نذر کو ذکر کیا گیا ہے نیز بعض روایتوں میں بکرے اور اونٹ کے ہدیہ لے جانے کا حکم ہوا ہے اور بعض روایتوں میں ہے کہ "وتکفر یمینها." "اور اپنی قسم کا کفّارہ دے دے۔" ان تمام روایتوں کو سامنے رکھ کر جو بات معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ:

اس عورت نے حج کی جو نذریں مانی تھیں اس میں دو چیزیں تھی ایک ننگے پاؤں یا پیدل حج کرنا، دوسری چیز ننگے سر حج کرنا چونکہ پیدل حج کی نذر درست ہے لیکن وہ اس سے عاجز آئی تھی اور سواری کی وجہ سے حج میں وہ نقصان داخل ہوسکتا تھا جو اس نے خود اپنے اوپر لازم کیا تھا اور حج میں نقصان کی تلافی شریعت میں معروف و مشہور ہے اس لئے نبی کریم ﷺ نے پیدل کے بجائے سواری کے بدلے ہدیہ لے جانے کا حکم فرمایا اور عورت کا ننگے سر نکلنا ناجائز ہے اس لئے اس کی یہ نذر درست نہیں تھی البتہ اس میں یمین اور قسم صحیح ہوسکتی تھی اس لئے نبی کریم ﷺ نے نذر کی اس شق میں سر ڈھانپنے اور قسم توڑنے کے بدلے قسم کے کفّارہ کا حکم دیا اور اس کو حکم فرمایا کہ وہ تین روزے رکھے۔ واللہ اعلم

(۷) حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من نذر نذرا لم يسمه فكفار ته كفارة يمين و من نذر نذرا فى معصية فكفار ته كفارة يمين و من نذ ر نذرا لا يطيقه فكفارته كفارة يمين و من نذرا اطاقه فليف به.

"جو شخص غیر معین نذر مانے تو اس کا کفّارہ قسم کا کفّارہ ہے اور جو شخص کسی گناہ کی نذر مانے تو (وہ اس نذر کو پورا نہ کرے بلکہ اس کا کفّارہ دے) اس کا کفّارہ قسم کا کفّارہ ہے اور جو شخص ایسی نذر مانے جس کو پورا کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تو اس کا کفّارہ قسم کا کفّارہ ہے اور جو شخص نذر پوری کرنے کی طاقت رکھتا ہو تو وہ اس کو پورا کرے"۔ (الدارقطنی، ابوداؤد ابن ماجہ)[۱]

اس حدیث سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نذرِ معصیت میں کفّارہ ہے یہاں تو نذرِ معصیت میں

۱؎ قال ابو داؤد روى هذا الحديث و كيع عن عبدالله بن سعيد بن ابى الهند اوقفو ه علٰى ابن عباس و فى بذل المجهو دو اسنده طلحة بن يحيٰى الا نصّارى فقط فتر حج و قفه على اسناده قال الشو كانى و اسناده حسن فيها طلحة بن يحيىٰ وهو مختلف فيه ا ه (بذل المجهود: ص ٢٣٦ ج ٤)

کفّارہ کے حق میں چند حدیثیں نقل کی گئی ہیں حدیث کی کتابوں میں ان کے علاوہ اور کئی حدیثیں اور صحابہ کرامؓ کے آثار ایسے ہیں جن سے یہ بات ثابت ہوجاتی ہے کہ نذرِ معصیت میں کفّارہ ہے۔

کسی گناہ کی نذر ماننا نذر نہیں بلکہ یہ ایک قسم ہوتی ہے!

نذر آدمی یا اس لئے مانتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر گزار ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے شکر میں وہ کسی عبادت کو اپنے اوپر لازم کر لیتا ہے یا کسی حاجت کے پورا ہونے پر بطور شکر کسی مالی یا جانی عبادت کو اپنے اوپر لازم کر لیتا ہے ظاہر ہے جو چیز اللہ تعالیٰ کے لئے اپنے اوپر بطورِ شکر لازم کی جاتی ہے وہ خیر اور نیکی کا کام ہی ہوسکتا ہے لہٰذا جو شخص کسی گناہ کی نذر مانے اس کی صورت اگرچہ نذر کی ہوتی ہے لیکن حقیقت میں وہ قسم ہوتی ہے مثلاً کوئی کہے کہ اگر میری فلاں حاجت پوری ہوگئی تو میں فلاں برائی کروں گا ظاہر ہے کہ اس کا مطلب تو یہی ہے کہ اللہ کی قسم میں فلاں برائی کروں گا اور گناہ کی قسم کھانے میں یہ بات گزر چکی ہے کہ اس کا پورا کرنا حرام ہے بلکہ اس قسم کو توڑ کر اس کا کفّارہ دینا واجب ہے۔

نذرِ معصیت میں کفّارہ واجب ہونے کے حق میں مختصر دلائل!

نذرِ معصیت میں وجوب کفّارہ کے دلائل کو اختصار سے پیش کرتا ہوں ان کو پڑھ لیجئے:

(۱) یمین اور نذر دونوں کے احکام قریب قریب ہیں احادیث، صحابہ کرامؓ کے آثار اور اسلاف امت نے نذر کو یمین سے تعبیر کیا ہے دونوں اللہ تعالیٰ کے نام سے منعقد ہوجاتی ہیں لہٰذا جب کوئی ایسی نذر مانی جائے جس میں عبادت اور طاعت کا کوئی پہلو نہ ہو تو ایسی نذر قسم کے معنیٰ میں ہوجاتی ہے اور اس میں کفّارہ لازم ہوتا ہے۔

(۲) جن صورتوں کے متعلق نبی کریم ﷺ نے یہ فرمایا ہے کہ ان میں نذر صحیح نہیں وہ حدیثیں کفّارہ کے حکم سے خاموش ہیں ان سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ان میں یمین صحیح نہیں اس کی وجہ سے کفّارہ بھی لازم نہیں ہوتا کیونکہ عدم بیان سے عدم وجوب ثابت نہیں ہوتا خصوصاً جبکہ نذر کو نبی کریم ﷺ نے یمین قرار دیا ہو اور اس میں کفّارہ کا حکم بھی دیا ہو۔ ظاہر ہے کہ یہ وہی صورتیں ہوسکتی ہیں جن میں نذر تو صحیح نہیں البتہ قسم منعقد ہوتی ہے۔

(۳)لا نذر فی معصیة. ''معصیت میں نذر نہیں''

یہ جملہ ایسا ہی ہے جیسا کہ '' لا یمین فی قطعیة'' ''قطع رحمی میں قسم نہیں''۔

یعنی قطع رحمی کی قسم کو پورا کرنا جائز نہیں ۱؎۔

اسی طرح اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ معصیت کی نذر پوری کرنا جائز نہیں بلکہ کثرت کے ساتھ صحیح حدیثوں میں نذر کے متعلق یہ اضافہ بھی موجود ہے کہ ''لا وفاء لنذر فی معصیة ''نذرِ معصیت کو پورا نہیں کرنا''، یعنی معصیت کی نذر کو پورا کرنا جائز نہیں۔

(۴) جیسا کہ گناہ کی قسم کو پورا کرنے سے شریعت نے روکا ہے اور اس میں کفّارہ کا حکم دیا ہے۔ اسی طرح بہت سی حدیثوں میں نذرِ معصیت کے پورا کرنے سے روکا گیا ہے اور اس میں کفّارہ دینے کا حکم دیا گیا ہے جیسا کہ اس کا بیان عنقریب گزر گیا۔

(۵) معصیت کی نذر میں کفّارہ دینے میں کسی قسم کی کوئی برائی نہیں اور نہ کفّارہ کی وجہ سے کوئی غلط فہمی پیدا ہوسکتی ہے بلکہ کفّارہ کی ادائیگی میں احتیاط ہے اور یقین کے ساتھ بندہ مانی ہوئی نذر کے وبال سے باہر نکل آتا ہے۔

(۶) جو علماء کفّارہ کے وجوب کے قائل نہیں ان کے پاس کوئی واضح دلیل بھی نہیں بلکہ مجمل اور مبہم حدیثیں ہیں جن سے صرف اتنی بات ثابت ہوتی ہے کہ معصیت کی نذر میں وفاء نہیں یا وہ حدیثیں جن میں کفّارہ کا ذکر نہیں آیا ہے۔ ان مجمل اور مبہم حدیثوں کا بیان اور تفصیل دوسری حدیثوں میں موجود ہے کہ اس میں کفّارہ ہے۔ واللہ اعلم

یمینِ غموس میں بھی کفّارہ ہونا چاہیئے!

نذرِ معصیت میں کفّارہ کے سلسلے میں یہ بات بیان ہوئی کہ کفّارہ میں احتیاط ہے اس پر اعتراض ہو سکتا ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ وغیرہ اور جمہور ائمہ ''یمینِ غموس'' میں کفّارہ کے قائل نہیں آخر وہاں کیوں

۱؎ اخرجه ابو داؤد فی باب الطلاق قبل النکاح من کتاب الطلاق و فی باب الیمین فی قطعیة الرحم من کتاب الا یمان و النذور والنسائی فی باب الیمین فیمالا یملك والا مام احمد فی المسند۔

احتیاط کے پہلو کو اختیار نہیں کیا گیا؟

اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ یمینِ غموس (یعنی گزشتہ زمانہ میں کسی معاملے اور بات پر قصداً جھوٹی قسم کھانے میں) کفّارہ کا نہ ہونا مضبوط دلائل سے ثابت ہے اور اس کے مقابلے میں کوئی اہم دلیل نہیں جیسا کہ اس کا بیان پہلے گزر چکا ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ قسم کا کفّارہ اس وقت لازم آتا ہے کہ جس قسم کے پورا کرنے کا امکان ہو اور گزشتہ واقعہ پر جُھوٹی قسم کھانے کے پورا کرنے کا کوئی امکان نہیں ہوتا۔ اگر کوئی ایسی نذر مانے جس کو پورا کرنے کا کوئی امکان نہ ہو تو وہ بھی لغو اور باطل ہوتی ہے مثلاً کوئی یہ نذر مانے کہ میں گزرے ہوئے دن کا روزہ رکھوں گا ظاہر ہے کہ یہ نذر یمینِ غموس ہے اور یمینِ غموس بالکل لغو اور باطل ہے اس کی وجہ سے کوئی کفّارہ لازم نہیں ہوتا۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ یمینِ غموس کے کفّارہ سے عوام غلط فہمی میں مبتلا ہو سکتی ہے اور وہ جھوٹی قسموں سے لوگوں کا حق مار کر کفّارہ ادا کریں گے اور اپنے آپ کو جُھوٹی قسم کے وبال سے محفوظ بھی تصور کریں گے اسی طرح جُھوٹی قسم کھانے اور اس کے ذریعے لوگوں کا حق مارنے کی راہ ہموار ہو سکتی ہے۔ جبکہ نذرِ معصیت میں کفّارہ کے وجوب سے یہ غلط فہمی پیدا نہیں ہوتی کیونکہ اس کا تعلق گزشتہ زمانے سے نہیں بلکہ مستقبل سے ہوتا ہے۔

مثلاً کوئی یہ نذر مانے کہ میں شراب پیوں گا یا ناحق قتل کر دوں گا یہ ایسا ہی ہے کہ کوئی گناہ کی قسم کھا کر یوں کہے کہ اللہ کی قسم میں ناحق قتل کروں گا ظاہر ہے کہ اس کا تعلق مستقبل سے ہے اور اس کا پورا کرنا ممکن ہے اس لئے شریعت نے ایسی قسم پوری کرنے سے روکا اور اس میں کفّارہ کو لازم کر دیا، اسی طرح نذرِ معصیت میں بھی نذر پورا کرنے کو ناجائز قرار دیا ہے البتہ اس کی وجہ سے کفّارہ کو لازم کر دیا ہے۔

نذرِ معصیت میں وجوبِ کفّارہ کے دلائل زیادہ وزنی ہیں!

نذرِ معصیت میں کفّارہ اور عدمِ کفّارہ کے دلائل میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نذرِ معصیت میں قائلینِ کفّارہ کا مسلک بہت واضح ہے اور ان کے دلائل بھی بڑے وزنی ہیں اور سنت سے زیادہ قریب ہیں اور صحابہ کرامؓ کے آثار سے بھی ثابت ہیں۔ اور مانعینِ کفّارہ جن حدیثوں کو پیش کرتے ہیں وہ مجمل ہیں جن

کی تفصیل دوسری حدیثوں میں موجود ہے کہ نذرِ معصیت میں کفّارہ ہے اور اس میں احتیاط بھی ہے۔

نذر ومنّت کے مسائل!

نذر ومنت کے تفصیلی احکام اور مسائل تو فقہ کی کتابوں سے معلوم کئے جا سکتے ہیں البتہ یہاں نذر کے بعض مسائل اور احکام کونقل کرتے ہیں ان کو پڑھ لیجئے۔

---

۱ ۔ قال الامام ابن حجر العسقلا نی رحمه الله تعالیٰ:واختلف فیمن وقع منه النذر فی ذلك هل تجب فیه کفارة فقال الجمهور لا وعن احمد و الثوری واسحق وبعض الشافعیة والحنفیة نعم و نقل التر مذی اختلاف الصحابة فی ذلك کالقولین و اتفقوا علی تحریم النذر فی المعصیة و اختلا فهم انما هوفی وجوب الکفارة......قد تقد م حدیث عائشه المذکوراول الباب قر یبا وهو بمعنی حدیث لا نذر فی معصیة ولو ثبتت الز یادة لکانت مبینة لما اجمل فیه واحتج بعض الحنا بلة با نه ثبت عن جماعة من الصحابه ولا یحفظ عن صحابی خلافه قال و القیاس یقتضیه لان النذر یمین کما وقع فی حدیث عقبة لما نذرت اخته ان تحج ماشیة لتکفر عن یمینها فسمی النذر یمینا .(فتح الباری :ص۵۹۵ ج۱۱ باب النذر فیمالا یملك وفی معصیة) وقال موفق الدین ابن قدامه رحمه الله تعالیٰ :القسم الرابع : نذر المعصیة فلا یحل الوفاء به اجماعاً لا ن النبی ﷺ قال : من نذر ان یعصی الله فلا یعصیه"ولان معصیة الله تعالیٰ لا تحل فی حال و یجب علی الناذر کفارة الیمین روی نحو هذا عن ابن مسعود و ابن عباس وجابر و عمران بن حصین و سمرة بن جندب و به قال الثوری وابو حنیفة واصحابه وجه الا ول ماروت عائشة ان رسول الله ﷺ قال لا نذر فی معصیة و کفار ته کفارة یمین رواه الا مام احمد فی مسنده و ابو داؤد فی سننه و قال التر مذی هو حدیث غریب وعن ابی هر یرة و عمران بن حصین عن النبی ﷺ مثله واوردالجوز جانی با سناده عن عمران بن حصین قال سمعت رسول الله ﷺ یقول : النذر نذران .... و هذا نص و لان النذر یمین بد لیل ماروی عن النبی ﷺ انه قال" النذر حلفة "و قال النبی ﷺ لاخت عقبه لما نذرت المشی الی بیت الحرام فلم تطقه "تکفر یمینها" صحیح اخر جه ابوداؤد وفی روایة "ولتصم ثلاثه ایام" قال احمد الیه اذهب و قال ابن عباس فی التی نذرت ذبح "ابنها کفری یمینك" ولو حلف علی فعل معصیة لز مته الکفارة فکذالك اذانذر ها فاما احاد یثهم فمعنا هالا وفاء لنذر فی معصیة الله و هذا لاخلاف فیه و قدجاء مصرحا به هکذا ففی روایة مسلم و یدل علی هذا ایضاً ان فی سیاق الحدیث" ولا یمین فی قطعیة رحم "یعنی لا یبرء فیها و لولم بین الکفارة فی احا د یثهم فقد بینهافی احادیثنا".(فتح الباری: ص ۹۵ تا۴۹۶ ج۱۱،المغنی: ج ۱۳ ص ۶۲۴ تا ۶۲۶)

دار الایمان

غیر اللہ کے نام نذر حرام اور سنگین جرم ہے!

نذر و منت اللہ تعالیٰ ہی کے لئے مانی جاتی ہے کیونکہ نذر ایک عبادت ہے اور عبادت کا لائق و مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔اس لئے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کے نام کی نذر ماننا مثلاً یوں کہنا کہ بڑے پیر اگر میرا فلاں کام ہو جائے تو میں تیرے نام پر اتنا صدقہ کروں گا ایسی نذر ماننا شرک، حرام اور سنگین جرم ہے۔اس طرح اگر کوئی یہ کہے کہ میں نے فلاں بزرگ کے نام بکرے یا کسی دوسری چیز کی نذر و منت مانی ہے تو ایسی نذر حرام اور نہایت گمراہ کن ہے۔[1]

ایصالِ ثواب کیوں جائز ہے؟

البتہ والدین استادوں اور مشائخ کے لئے ایصالِ ثواب جائز ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ایصالِ ثواب میں عبادت صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہوتی ہے اور اس عبادت کا ثواب والدین کے لئے بخش دیا جاتا ہے کسی کو ایصالِ ثواب کرنا اس بات کی دلیل ہوتی ہے کہ ایصالِ ثواب کرنے والا والدین یا اس بزرگ جس کو وہ ایصالِ ثواب کرتا ہے اللہ تعالیٰ کا محتاج اور اس کے رحم و کرم کا محتاج سمجھتا ہے اس لئے وہ اللہ تعالیٰ سے اس کے لئے مغفرت کی دعائیں مانگتا ہے اور کوئی نیک عمل صدقہ کرکے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے کہ یا اللہ! اس عمل کا ثواب ان کو پہنچا دیجئے۔

---

۱ ؎ وأما النذر الذی ینذره أکثر العوام علی ماهو مشاهد کان یکون لانسان غائب أو مریض أوله حاجة ضرویة فیأتی بعض الصلحاء فیجعل ستره علی رأسه فیقول یاسیدی فلان ان ردغائبی أوعوفی مریضی أوقضیت حاجتی فلك من الذهب کذا أومن الفضة کذا أومن من طعام کذا أو من الماء کذا أو من الشمع کذا أو من الزیت کذا فهذاالنذرباطل بالاجماع لوجوه منها انه نذرالمخلوق والنذر للمخلوق لایجوز لانه عبادة والعبادة لاتکون للمخلوق ومنها ان لمنذورله میت والمیت لایملك ومنها ان ظن ان المیت یتصرف فی الامور دون اللّٰه تعالیٰ واعتقاده ذالك کفر اللهم الاّ ان قال یااللّٰه انی نذرت لك ان شفیت مریضی أو ردت غائبی أو قضیت حاجتی أن اطعم الفقراء الذین بباب السیدة نفیسة أوالفقراء الذین بباب الامام الشافعیؒ أولامام اللیث أواشتری حصرمساجدهم اوزیتا لوقودها أو دراهم لمن یقوم بشعائرها الیٰ غیر ذالك مما یکون فیه نفع للفقراء والنذر للّٰه عزوجل وذکرالشیخ انما هو محل لصرف النذر المستحقیه القاطنین برباطه أو مسجده أوجامعه فیجوز بهذالاعتبار اذا مصرف النذ رالفقراء وقد وجدالمصرف۔(البحرالرائق: ص۲۹۸ ج۲ المکتبةالماجدیة کوئته)

ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو عبادت کے لائق نہیں سمجھتا بلکہ وہ جس شخصیت کے لئے ایصالِ ثواب کرتا ہے خواہ اس کا مقام و مرتبہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کتنا ہی بلند کیوں نہ ہو بہر حال وہ اس کو اللہ تعالیٰ کا محتاج سمجھتا ہے۔

لہٰذا ایصالِ ثواب میں توحید اور شرک کی نفی کا سامان موجود ہے بشرطیکہ ایصالِ ثواب، ایصالِ ثواب کے طریقے اور نیت کے ساتھ کیا جائے اس کا طریقہ اور نیت یہ ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کے نام اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے صدقہ کرے یا اللہ تعالیٰ ہی کی خوشنودی لے لئے بکرے کو ذبح کرے اور لوگوں میں تقسیم کرے اور دعا کرے کہ یا اللہ اس صدقہ و خیرات کا ثواب میرے والدین یا میرے فلاں دوست یا بزرگ کو پہنچائیے جیسا کہ اس کی تفصیل جنازہ کے بیان میں گزر چکی ہے۔

اقسامِ نذر!

نذر کی بری دو قسمیں ہیں۔(۱) نذر مطلق اور (۲) نذر مقید۔

(۱) ایک نذرِ مطلق (یعنی غیر مقید اور غیر مشروط نذر) اس کو نذر منجز اور نذر غیر معلق بھی کہتے ہیں۔

جس کی صورت یہ ہے کہ کوئی بلا کسی قید و شرط کے نذر مانے مثلاً یہ کہے کہ یا اللہ! مجھ پر لازم ہے کہ میں اتنا صدقہ کروں گا یا یہ کہے کہ مجھ پر لازم ہے کہ میں اس مال کو اللہ تعالیٰ کے نام خیرات کروں گا یا صرف اتنا کہہ دے کہ میں اس کام کی نذر مانتا ہوں۔ ایسی نذر عموماً اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے احساس کی وجہ سے بطورِ شکر یا کسی نئی نعمت ملنے کی خوشی میں بطورِ شکر مانی جاتی ہے۔ نذرِ مطلق میں چونکہ کوئی قید و شرط نہیں ہوتی اس لئے اس کا پورا کرنا بہر حال واجب ہوتا ہے۔

(۲) دوسری قسم نذرِ مقید یا نذرِ معلق ہے (یعنی مقید اور مشروط نذر) اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی کسی نیک کام صدقہ کو کسی کام سے معلق اور مشروط کردے اور یہ کہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اس بیماری سے نجات دی اور مجھے شفا بخشی یا میرا گم شدہ مال مل گیا تو میں اللہ تعالیٰ کے نام صدقہ کروں گا یا اتنے مسکینوں کو کھانا کھلاؤں گا یا اتنے روزے رکھوں گا۔

اس کا حکم یہ ہے کہ جب وہ شرط پوری ہو جائے مثلاً بیماری سے صحت حاصل ہوئی یا گم شدہ مال مل

گیا تو پھر اپنی مانی ہوئی نذر پوری کرنا واجب ہو جاتا ہے اس سے پہلے نہیں اور اگر وہ کام پورا نہ ہوا ہو تو نذر پوری کرنا بھی واجب نہیں۔[1]

معلق اور مشروط نذر کی اقسام!

شرط دو قسم کی ہے (یعنی مانی ہوئی نذر کو چیزوں کے ساتھ معلق اور مشروط کرنا) پھر ان کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) ایک قسم کے شرائط وہ ہیں جن کا وجود میں آنا ناذر کو پسند ہو اور ان کے بارے میں ناذر یہ چاہتا ہو کہ وہ کام پورا ہو جائے اور میرے ذمہ نذر واجب ہو جائے۔

مثلاً کوئی شخص یہ کہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے شفا دی تو میں اللہ تعالیٰ سے عہد کرتا ہوں کہ میں ایک بکرا یا اتنا مال صدقہ کروں گا یا یہ کہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے بیٹا دے دیا تو اللہ تعالیٰ کے لئے میرے ذمہ اتنا مال دینا یا اتنے روزے رکھنا لازم ہیں۔

ایسی نذر کو فقہا نذر تبرر (نیکی کی نذر) کہتے ہیں۔

اس کا حکم یہ ہے کہ جس نیک کام کی نذر مانی ہو اس کو بعینہٖ پورا کرنا لازم ہے اور کفارہ ادا کرنے سے یہ نذر پوری نہیں ہوتی کیونکہ نذر کی اس صورت میں مانی ہوئی چیز کو جس شرط کے ساتھ مشروط کیا ہے وہ یہی چاہتا ہے کہ وہ کام اور شرط پوری ہو جائے اور اس کے ذمہ نذر لازم ہو جائے۔

(۲) معلق اور مشروط نذر کی دوسری قسم یہ ہے کہ جس شرط کی نذر معلق کرتا ہے اس کام اور شرط کا واقع ہونا اس کو ناپسند ہو مثلاً کوئی یہ کہے کہ اگر میں نے فلاں شخص کے ساتھ بات کی تو میں ایک ماہ روزے رکھوں گا۔ اس نذر کو فقہاء نذرِ لجاج اور نذرِ غضب یا یمینِ لجاج کہتے ہیں ایسی نذر کے متعلق بھی حضرت امام ابوحنیفہؒ کا مسلک یہی ہے کہ ایسی صورت میں کفارہ دینا کافی نہیں بلکہ نذر پوری کرنا ہی ضروری ہے اور اس مسئلہ میں یہی مسلک امام مالکؒ کا بھی ہے۔

البتہ امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے وفات سے چند روز قبل اس رائے سے

---

[1] من نذر نذراً مطلقاً فعليه الوفاء به كذافى الهداية. (فتاویٰ علمگیری: ص ٦٥ ج ٢) ومن نذر نذراً أومعلقاً بشرط (وجد الشرط) المعلق به (لزم الناذر) لحديث من نذروسمى فعليه الوفاء بماسمى. (الدرالمختار شرح تنورالمختار)

رجوع کیا اور نذرِ لجاج کے متعلق آپؒ نے فرمایا کہ اس میں ناذر کو اختیار ہے کہ نذر پوری کرے یا قسم کا کفّارہ دے دے۔صاحبِ ہدایہ اور دوسرے مشائخ و اکابرِ حنفیہ نے بھی اس قول کو اختیار کیا ہے اور امام شافعی کا صحیح قول اور مسلک بھی یہی ہے کہ ان کے نزدیک ناذر کو اختیار ہے کہ نذر کو پورا کرے یا کفّارہ دے اس کی وجہ یہ ہے کہ نذرِ لجاج میں آدمی درحقیت اس کام اور شرط کے وجود کا طلبگار ہی نہیں ہوتا بلکہ وہ اس کے وجود اور وقوع کو ناپسند کرتا ہے اور یہ نہیں چاہتا کہ وہ شرط وجود میں آئے اور اس پر نذر لازم آئے۔اس لئے ایسی نذر کی حیثیت یمین اور قسم کی ہو جاتی ہے چونکہ اس کی ظاہری صورت نذر ہی کی ہے اس لئے اس میں ناذر کو اختیار ہے کہ اصل نذر کو پورا کردے یا کفّارہ دے دے۔[۱] بندہ کے نزدیک احتیاط اسی میں ہے کہ اصل نذر کو پورا کرے۔

۱؎وفی الهداية: وان علق النذر بشرطه فوجد الشر ط فعليه الو فاء بنفس النذر لا طلاق الحديث وعن ابی حنيفة رحمه الله تعالیٰ انه رجع عنه وهذا اذا كان شرطاً لا ير يد كو نه لا نه فيه معنی اليمين وهو المنع وهو بظاهر ه نذرفيتخير و يميل الی ای الجهتين شاء بخلاف ما اذا كان شرطا ير يد كو نه كقوله ان شفی الله مريضی لا نعدام معنی اليمين فيه و هذا التفصيل هو الصحيح :و قال الا مام ابن الهمام رحمه الله تعالیٰ : و عن ابی حنيفة رحمه الله تعالیٰ انه رجع عنه ای عن لزوم عين المنذور اذا كان معلقاً بالشرط ای انه مخيربين فعله بعينهٖ و كفارة يمين و هو قول محمد والا ول وهو لز وم الو فاء به عينا هوالمذ كو رفی ظاهر الرواية والتخيير عن ابی حنيفة فی النوادر...انه رجع قبل موته بسبعة ايام قال يتخير و بهذايفتیٰ اسماعيل الزاهد، وقال الولوالجی مشائخ بلخ وبخارٰی يفتون بهذا وهو اختيار شمس الائمة قال لكثر ة البلوٰی فی هذاالزمان وجه الظاهر النصوص من الاية الكريمه والا حاديث و وجه رواية النوادر مافی صحيح مسلم من حديث عقبة بن عامر عنه ﷺ قال كفارة النذر كفارة اليمين فهذ ايقتضی ان يسقط بالكفارة مطلقاً فيتعا رض فيحمل مطلق الا يفا ء بعينهٖ علی المنجز و مقتضی سقوطه بالكفارة علی المعلق ...واختار ه المصنف والمحققون ان المراد بالشرط الذی تجزی فيه الكفارة الشرط الذی لا يريد كونه مثل دخول الدار و كلام فلاں فانه اذا لم يرد كونه يعلم انه لم يرد كونه يعلم انه لم ير د كون المنذور حيث جعله مانعاً من فعل ذلك الشرط لا ن تعلق النذر علی مالا يريد كو نه بالضرورةيكون لمنع نفسه عنه...واما الشرط الذی يريدكونه مثل قوله ان شفی الله مريضی او قدم غائبی اومات عدوی لله علی صوم شهر فوجد الشرط لا يجزيه الا فعل عين المنذورلا نه اذاراد كونه كان مريدا كون النذر فكان النذر فی معنی المنجزفيندرج فی حكم وهووجوب الا يفاء به فصارمحمل ما يقتضی الا يفاء المنجزوالمعلق المراد كونه و محمل ما يقتضی اجزاء الكفارة المعلق الذی لا يراد كونه وهو المسمی عند طائفة من الفقهاء نذر اللجاج(انظر الهدايه مع فتح القدير فصل فی الكفارة من كتاب الا يمان والبحر الرائق مع منحة الخالق كتاب الا يمان، والدرالمختارمع ردالمحتار مطلب فی احكام النذر من كتاب الا يمان)

منذور(یعنی مانی ہوئی نذر) کی اقسام!

مانی ہوئی نذر کی بھی دو بڑی قسمیں ہیں۔(۱) نذر معین اور(۲) نذر غیر معین۔

(۱) مانی ہوئی نذر کی دوسری قسم نذرِ معین اور نذرِ معلوم کی ہے، یہ وہ نذر ہے جس میں مانی ہوئی چیز اوراس کی مقدار معلوم ہو۔

مثلاً کوئی یہ نذر مانے کہ میں دس روزے رکھوں گا یا عمرہ کی نذر مانے یا ایک مخصوص مال یا نقدی صدقہ کرنے کی نذر مانے وغیرہ وغیرہ تو ایسی نذر کا حکم یہ ہے کہ جو نذر مانی ہے اسی کو پورا کرنا لازم ہے[۱]

(۲)''غیر معین یعنی مبہم یا نا معلوم نذر'' اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی آدمی نذر تو مانے مثلاً یہ کہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے لئے نذر مانتا ہوں یا یہ کہہ دے کہ میرا فلاں کام ہوگیا تو میرے ذمے اللہ تعالیٰ کے لئے نذر ہے یا میں نذر مانتا ہوں کہ اگر میرا فلاں کام ہو جائے لیکن نذر میں کسی چیز کو مقرر یا نامزد نہ کرے چونکہ اس نذر میں یہ بات معلوم نہ ہوئی کہ اس نے کس چیز کی نذر مانی ہے؟ اس لئے ایسی نذر کو نذرِ مبہم، نذرِ غیر معین یا نا معلوم نذر یا غیر نامزد کہا جاتا ہے۔

چونکہ ایسی نذر میں منذور (یعنی جس چیز کی نذر مانی ہے) معلوم اور معین نہیں اس لئے ناذر کے ذمّہ قسم کا کفّارہ لازم ہے البتہ اگر زبان سے بظاہر غیر معین اور مبہم نذر مانے مگر اس کی نیت کسی معلوم نیک کام کی ہو مثلاً دس روزوں کی ہو یا مقررہ صدقہ کی ہو تو اس کے ذمہ وہی عبادت اور نیک کام لازم ہوگا جس کی اس نے نیت کی ہو۔

۱؎ قال الا مام العلامة ابن نجیم رحمه الله تعالیٰ : وان لم یكن له نیة فعلیه كفارة الیمین ..... فان نوی معینا لزمه والا كفر وفی الولوالجیه : اذاحلف با النذر وهو ینوی صیا ماً ولم ینو عددا معلو ما فعلیه صیام ثلاثة ایام اذاحنث لان ایجاب العبد معتبربا یجاب الله تعالیٰ من الصیام وادنی ذلك ثلاثة ایام فی كفارة وان نویٰ صدقة ولم ینو عدداً فعلیه اطعام عشرة مساكین لكل مسكین نصف صاع لما ذكرنا....(البحر الراق: ص۴۴۹ص۵۰۰ج۴) نیز دیکھئے فتاویٰ عالمگیری كتاب الا یمان و ممایتصل بذلك مسائل النذر ص ۶۵ ج۲والد رالمختار مع رد المختار كتاب الا یمان مطلب فی احكام النذر: ص ۷۱ ج ۳)(قال علیّ نذر ولم یزید علیه ولانیة له فعلیه كفارة یمین) ولو نوی صیام بلاعدد لزمه ثلاثا ایام ولو صدقة فاطعام عشرة مساكین كلفطرة۔(الدّرالمختارمع المختار: ص۷۱ج۳)

نذر کا رُکن!

نذر کا رُکن وہ لفظ ہے جو اس کے لازم ہونے پر دلالت کرے یا جو لفظ عام عرف میں نذر کے لئے استعمال ہوتا ہے مثلاً کوئی یہ کہے کہ مجھے پر اللہ تعالیٰ کے واسطے اتنی چیز (روزہ، نماز) لازم ہے یا مجھ پر یہ چیز لازم ہوگئی یا میں فلاں چیز کی نذر مانتا ہوں تو نذر لازم ہو جائے گی بلکہ اگر نذرِ معلق میں یہ کہے کہ میرا فلاں کام ہو جائے تو میں یہ مال خیرات کروں گا یا اتنے روزے رکھوں گا پھر بھی نذر لازم ہوگی کیونکہ نذرِ معلق میں لوگ اپنے الفاظ کے ساتھ نذر مانتے ہیں، البتہ اگر نذرِ معلق نہیں بلکہ صرف یہ کہہ دیا کہ میں اتنے روزے رکھوں گا اور یہ نہیں کہا کہ مجھ پر اتنے ہی روزے ہیں لازم ہے کہ اتنے روزے رکھوں گا ایسی صورت میں علماء فرماتے ہیں کہ نذر لازم نہیں ہوئی۔ واللہ اعلم

خلاصہ یہ کہ نذر کے وجوب کے لئے ایسے الفاظ کہنے یا لکھنے ضروری ہیں جن سے یہ معلوم ہو کہ کہنے والا اس چیز کو اللہ تعالیٰ کے واسطے اپنے اوپر واجب اور لازم کر رہا ہے۔[۱]

نذر واجب ہونے اور اس کے پورا کرنے کی شرائط!

یہاں نذر واجب ہونے کی شرائط اور مسائل کو اختصار سے پڑھ لیجئے۔

---

۱ ـ فـركـن الـنذر هو الصيغة الدالة عليه وهو قو له لله عز شانه علّى كذا اوعلّى كذاء اوهذا هدى او هـذ اصـدقة اومـالى صدقة (بدائع الصنائع كتاب النذر: ص ۸۱ ج ۵ قبيل فصل فى شرائط النذر) وفى رر د الـمـختـار نـا قلا عن الخانيه قال ان برئت من مرضى هذا ذبحت شا ة فبرى لا يلز مه شئً الا ان يقول فللّٰه عـلـى ان اذبـح شـاة وهـى عبارة الدر ر و عللهافى شرحة بقوله لا ن اللزوم لا يكون الا با لنذر والدال عليه الثـانـى لا الا ول ... لان قـولـه ذبـحـت شاة و عد لا نذر ويؤ يده مافى البزاز ية ايضاـ لكن فى البزاز ية ايـضـا.... وفـى الا ستحسان يجب ولو قال ان فعلت كذا فا نا احج ففعل يجب عليه الحج .فعلم ان تعليل الدرر رمبنى على القياس والا ستحسان خلافه۔

(۱) نذر زبان یا اس کے قائم مقام جیسے تحریر وغیرہ سے منعقد ہوتی ہے اس کیلئے صرف دل کی نیت کافی نہیں!

اگر کوئی شخص صرف دل میں نذر کا ارادہ کرے کہ میں اللہ تعالیٰ کے لیے فلاں چیز نذر کروں گا جب تک وہ زبان سے نذر نہ مانے اس وقت تک نذر منعقد نہ ہوگی اور نہ اس کے ذمہ کوئی چیز واجب ہوگی۔[۱]

(۲) نذر کے وجوب اور اس کے پورا کرنے کے لیے اہلیت شرط ہے!

لہٰذا نذر عاقل، بالغ اور مسلمان پر واجب ہوتی ہے بچے، دیوانے یا غیر مسلم اگر نذر مان لیں تو ان پر اس کا پورا کرنا لازم نہیں ہاں اگر وہ اس کو پورا کرے اور نیکی کا کام کر لیں تو اچھی بات ہے۔

نذر سے عبادت مقصود ہو اور اس کے جنس میں فرض یا واجب شرعاً موجود ہو!

مانی ہوئی نذر عبادت اور نیکی کا کام ہو۔ یعنی نذر ماننا کسی ایسی چیز کا ہو جو عبادتِ مقصودہ (یعنی بذات خود عبادت اور نیکی کا کام ہو) اور اس کے جنس میں سے کوئی فرض یا واجب بھی شریعت میں موجود ہو جیسا کہ نفلی نماز، نفلی روزہ، نفلی صدقہ کہ ان کے جنس میں فرض نمازیں، فرض روزے اور فرض صدقات (یعنی زکوٰۃ پائی جاتی ہیں) اور یہ عبادتِ مقصود (یعنی بذاتِ خود عبادت اور نیکی کا کام بھی ہیں) اور جو چیز بذات خود عبادت اور نیکی نہیں بلکہ صرف دوسری عبادت کی وجہ سے عبادت بن جاتی ہے مثلاً نماز کے لئے وضو کرنا ضروری ہے اس کے بغیر نماز درست نہیں ہوتی۔ اس لئے نماز کی وجہ سے وضو کرنا بھی نیکی کا کام اور عبادت بن گیا حالانکہ ٹھنڈک حاصل کرنے یا ہاتھ پاؤں صاف کرنے کیلئے بھی اعضاء اور بدن کو دھوتے ہیں اور ان پر پانی بہاتے ہیں جبکہ اعضاء اور بدن کا دھونا کوئی خاص نیکی کا کام نہیں اس لئے اگر کوئی یہ نذر مانے کہ ہمیشہ باوضو رہوں گا تو اس نذر کا پورا کرنا اس پر واجب نہیں اگر وہ کام جو عبادتِ مقصودہ اور بذات خود نیکی کا کام ہو مگر اس کی اصل اور جنس میں سے کوئی فرض یا واجب نہ ہو مثلاً مریض کی عیادت جو کہ بذات خود نیکی کا کام ہے مگر اس کے جنس میں سے کوئی فرض یا واجب نہیں اس لئے ایسی نذر پوری کرنا لازم نہیں۔ یاد رہے کہ یہ

۱۔ قال فی شرح الملتقی والنذر عمل للانسان. (ردّالمختار علی درّالمختار: ص ۴۲۱ ج ۲) مطلب فی الکلام علی النذر.

شرط کہ مانی ہوئی چیز عبادتِ مقصود ہواوراس کے اصل اور جنس میں سے کوئی فرض یا واجب بھی ہو یہ صرف علمائے احناف کے نزدیک ہے جبکہ جمہور علماء کے نزدیک شرط صرف یہ ہے کہ منت میں ماننے والی چیز عبادت اور نیکی کا کام ہوخواہ عبادتِ مقصودہ ہو یا نہ ہو یا اس کے جنس میں سے کوئی فرض یا واجب ہو یا نہ ہو بہرحال عبادت اور نیکی کا نذر پوری کرنا واجب ہے۔

ان کے نزدیک وضو، مریض کی عیادت، مسجد بنانا جیسی تمام نیکیوں کی نذر درست اوراس کا پورا کرنا لازمی ہے۔ جمہور کے مسلک میں احتیاط ہے جیسا کہ اس کا بیان پہلے گزر چکا ہے۔ مانی ہوئی نذر طاعت اور نیکی کا کام ہواس سے خود بخود یہ بات معلوم ہوگئی کہ نافرمانی کی نذر صحیح نہیں۔ نافرمانی اور معصیت کی دو قسمیں ہیں: ایک نذرِ معصیتِ لغیرہ اور دوسری معصیتِ لعینہ۔ جو بذات خود گناہ کا کام ہومثلاً ناحق قتل، شراب نوشی، چوری اگر کسی شخص نے گناہ کی ایسی نذر مان لی مثلاً یوں کہا کہ قتل کروں گا یا یہ کہا کہ اگر میں نے فلاں کام کیا تو اللہ تعالیٰ کے لئے میں شراب پیوں گا وغیرہ۔ تو ایسی نذر بالا جماع صحیح نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی معصیت اور گناہ کی نذر ماننا خود بھی سخت گناہ ہے ایسی نذر کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ یہ نذر شیطان کے لیے ہے اس نذر کا پورا کرنا بھی بالا جماع حرام ہے البتہ ایسی نذر یمین اور قسم کے حکم میں ہوتی ہے اس کی وجہ سے قسم کا کفّارہ لازم ہوتا ہے البتہ اگر کسی شخص نے معصیتِ لغیرہ کی نذر مانی ہو(یعنی کسی ایسی گناہ کی نذر مانی جو بذات خود گناہ نہیں) بلکہ عبادت اور نیکی کا کام ہولیکن وہ وقتی طور پر کسی وجہ سے ناجائز ہوجاتی ہے جیسا کہ عید الفطر یا عید الاضحیٰ کا روزہ یا مکروہ وقت میں نفل پڑھنے کی نذر تو ایسی نذر ہمارے احناف کے نزدیک منعقد ہوجاتی ہے البتہ اس کا مکروہ وقت میں پورا کرنا ناجائز اور کارِ گناہ ہے۔ نذر ماننے والے پر لازم ہے کہ وہ مکروہ اوقات میں اس نذر کو پورا نہ کرے بلکہ کسی غیر مکروہ وقت میں اس کی قضا کرے جیسا کہ اس کا بیان پہلے گزر چکا ہے۔

مانی ہوئی چیز اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض یا واجب نہ ہو!

(۴) نذر اس عبادت اور نیکی کی مانی جاتی ہے جو اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض یا واجب نہ ہو اگر وہ عبادت شرعاً اس پر پہلے سے فرض یا واجب ہو مثلاً کوئی یہ نذر مانے کہ رمضان مبارک کے روزے رکھوں گا یا صبح کی نماز پڑھوں گا ظاہر ہے کہ ایسی نذر ماننا ایک فضول بات ہے رمضان کے روزے یا پنج وقتہ

نماز تو اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض ہوئی ہے نذر تو ایسی عبادت کی مانی جاتی ہے جو وہ اس پر شرعاً فرض یا واجب نہ ہو بلکہ وہ کسی مستحب اور نفلی عمل کو خود اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کے لئے واجب اور لازم کر دے۔

مانی ہوئی چیز محال اور ناممکن نہ ہو!

(۵) جس چیز کی نذر مانی ہے اس کا پورا کرنا محال اور ناممکن نہ ہو مثلاً کوئی نذر مانے کہ میں گزرے ہوئے دن میں روزے کی منت مانتا ہوں ظاہر ہے کہ گزرا ہوا دن اور وقت ہاتھ نہیں آتا اس لئے ایسی نذر ماننا لغو اور فضول ہے۔

نذر میں مانی ہوئی چیز اس کی ملکیت میں ہو!

(٦) جو چیز آدمی کی ملکیت میں نہ ہو اس کی نذر ماننا صحیح نہیں مثلاً کوئی یہ کہے کہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو زید کی بکری کو خیرات کروں گا ظاہر ہے کہ جب وہ زید کی ملکیت ہے اور اس کی ملکیت ہی نہیں تو اس کی نذر کیسے صحیح ہو سکتی ہے؟ یا اگر کسی نے کہا کہ اگر میرا فلاں کام ہو جائے تو میں اپنے مال میں سے دو ہزار روپیہ خیرات کروں گا حالانکہ اس وقت اس کا کل مال اور سامان ایک ہزار روپیہ بنتا ہے تو ایسی صورت میں ایک ہزار روپیہ میں نذر صحیح ہوگئی اور بقیہ ایک ہزار روپے میں درست نہیں البتہ اگر وہ مال کی نسبت مِلک کی طرف کر دے مثلاً یوں کہے کہ اگر زید کی بکری میری ملکیت میں آئی تو میں اس کو خیرات کروں گا یا یوں کہے کہ میں مستقبل میں جتنے مال کا مالک ہوا وہ سب صدقہ ہے۔ خلاصہ یہ کہ جب ملک کی طرف نسبت کی جائے تو ایسی نذر صحیح ہے، اسی طرح اگر ملک کے سبب کی طرف نسبت کی جائے پھر بھی نذر صحیح ہے مثلاً یوں کہے کہ جو چیز مجھے میراث میں ملے تو وہ صدقہ ہے یا یوں کہے کہ اگر زید کی بکری میں نے خریدی تو وہ صدقہ ہے ان صورتوں میں بھی نذر صحیح ہو جاتی ہے[۱] واللہ اعلم

---

۱ ؎ فی الدرالمختار وان لا یکون ما التز مه اکثر مما یملکه او ملکاً لغیره فلو نذر التصدق بالف ولا یملك الا مائة لزمه الما ئة ...... نذر ان یتصد ق بالف ماله وهو یملك دو نها لز مه ما یملك منها فقط هو المختا ر لا نه فیما لم یملك لم یو جد النذر فی الملك ولا مضا فاً الی سببه فلم یصح کما لو قال مالی فی المسٰکین صدقة ولا مال له لم یصح اتفا قا اه وفی رد المحتار تحت قوله (لز مه مایملك منها فقط) و ان کا ن عنده عروض او خادم یساوی مائة فانه یبیع و یتصدق (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

نذرِ مبہم کی تفصیل!

نذرِ مبہم کے حکم کی تفصیل یہ ہے:

(۱) جو آدمی غیر معین نذر مانے مثلاً یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے میرے ذمے نذر یا صرف یہ کہنا کہ میں نذر مانتا ہوں اور اس نے دل و زبان سے اس نذر کا تعین نہیں کیا اور نہ اس کا نام لیا کہ وہ کیا چیز ہے اور اس کی مقدار کتنی ہوگی؟

تو ایسی صورت میں چونکہ مانی ہوئی چیز معلوم نہیں اس لئے ایسی نا معلوم نذر کی وجہ سے قسم کا کفّارہ لازم آتا ہے۔

(۲) البتہ اگر اس نے زبان سے مانی ہوئی چیز کو نامزد تو نہیں کیا لیکن اس کی نیت اور ارادے میں وہ چیز معلوم تھی مثلاً یہ کہ دس روزے رکھوں گا یا بیس رکعت نفل پڑھوں گا یا بکرا خیرات کروں گا تو ایسی صورت میں نیت کا اعتبار ہوگا اور اس کے ذمے وہی چیز لازم ہوگی جس کی نیت اس نے نذر ماننے کے وقت کی ہو۔

(۳) اگر زبان سے نذر مانی اور نیت میں کوئی خاص عبادت اور نیکی کا کام تھا مثلاً یہ کہ روزے رکھوں گا یا نوافل پڑھوں گا۔ لیکن اس کی نیت میں اس کی مقدار متعین نہیں تھی کہ کتنے روزے رکھوں گا یا کتنی رکعات پڑھوں گا۔ ایسی نذر کی تفصیل یہ ہے کہ:

ا: اگر روزوں کی نیت تھی اور مقدار مقرر نہ تھی تو کم از کم تین روزے رکھے۔

ب: اگر نفلی نماز کی نیت تھی تو کم از کم دو رکعت پڑھنی ضروری ہے۔

ج: اگر صدقہ کی نیت تھی لیکن مقدار دل میں متعین نہ تھی تو دس مسکینوں کے صدقہ فطر کی مقدار میں صدقہ دے دے۔

و ان كان يساوى عشرة يتصدق بعشرة وان لم يكن شئ فلاشئ عليه كمن اوجب على نفسه الف حجة يلزمه بقدر ما عاش فى كل سنة حجة ...(رد المحتار: ص٦٨ تا ٧١ ج ٣)

(ديكھئے البحر الرائق ج ٢ كتاب الا يمان وفتاوىٰ عالمگيرى ج ٢ كتاب الا يمان باب الكفارة "ومما يتصل بذلك مسائل النذر' والدرا لمختار مع رد المحتار كتاب الا يمان ج ٣ آخر مطلب فى احكام النذر)

د: اگر دل میں مسکینوں اور فقیروں کو کھانا کھلانے کی نیت کی تھی لیکن مسکینوں کی مقدار نیت میں نہ تھی اور نہ نیت میں یہ تھا کہ ایک وقت کا کھانا کھلاؤں گا یا دو وقت کا تو ایسی صورت میں دس مسکینوں کو دو وقت کا کھانا کھلائے یا دس مسکینوں کو صدقہ فطر بقدر صدقہ دے دے۔ البتہ اگر مسکینوں کی تعداد مقرر نہ تھی مگر دل میں یہ بات تھی کہ ایک وقت مسکینوں کو کھانا کھلاؤں گا تو صرف ایک وقت دس مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ واللہ اعلم

☆......☆......☆

دار الایمان

نام کتاب............................ کتاب القسم
تالیف.............................حضرت مولانا مفتی سید مختار الدین شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ
اشاعت دوم......................... 1433ھ بمطابق 2013
تعداد.....................................1100
ناشر............................... تحریک ایمان وتقویٰ دارالایمان بی ۳۷۵ بلاک ۱۰۔ ایف۔ بی ایریا کراچی
مطبع...............................القادر پرنٹنگ پریس

ملنے کے پتے:

کوہاٹ

جامعہ زکریاؒ دارالایمان، کربوغہ شریف کوہاٹ۔

فون نمبر:0925-662313

کراچی

دارالایمان، ایمان منزل، مکان نمبر B-375، بلاک 10، فیڈرل بی ایریا کراچی

فون نمبر:0321-3040666

پشاور

مکتبہ انوار القرآن، محلّہ جنگی، قصہ خوانی بازار، پشاور۔ضیاء الرحمٰن صاحب فون نمبر:0300-5722681

شبیر احمد خان صاحب جامعہ زکریاؒ للعلوم الاسلامیہ، ولی آباد، بیرون کوہاٹی گیٹ، پشاور سٹی۔

فون نمبر:03005902003

بنوں

دارالایمان والتقوی، سورانی، بنوں۔مولانا ذبیح اللہ۔

فون نمبر:0331-2441353، 0928630062

دار الايمان

دار الايمان

دار الايمان

دار الايمان

دار الإيمان

دار الإيمان

دار الايمان

دار الايمان

دار الايمان

دار الايمان

دار الايمان